بسم اللہ الرحمن الرحیم

خلاصۃ التفاسیر

قرآنِ مبین مترجم

٦ (6)

مختلف مکاتبِ فکر قدیم و جدید اہم تفاسیر کا خلاصہ

اور آسان اردو ترجمہ

از ڈاکٹر محمد حسن رضوی

ناشر: پاک محرم ایجوکیشن ٹرسٹ

(۲۷۹ - بریٹو روڈ - کراچی - فون: ۷۲۳۳۳۵۴)

www.drhasanrizvi.org

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

خلاصۃ التفاسیر

قرآنِ مُبین مترجم

(۶)

پارہ لایحب اللہ

مختلف مکاتبِ فکر قدیم و جدید اہم تفاسیر کا خلاصہ
اور آسان اُردو ترجمہ

از ڈاکٹر محمد حسن رضوی

ناشر: پاک محرم ایجوکیشن ٹرسٹ
(۲۷۹ - برنٹو روڈ - کراچی - فون، ۷۲۳۳۳۵۴)

فہرست پارہ ٦

لا یحب اللہ ٦ — النساء ٤ - المائدۃ ٥

نمبر	ذیلی عناوین	صفحہ
١	ظالم کے خلاف مدد طلب کرنا۔	٦٢٧
٢	نیکی کا اجر بہرحال ملے گا۔	٦٢٩
٣	کسی کی نیکی کو چھپانا اور اُسے معاف کردینا۔	٦٢٩
٤	یہودیوں اور عیسائیوں کا کفر۔	٦٣٠
٥	یہودیوں کی جاہلانہ ہٹ دھرمی	٦٣٢
٦	سجدے سے مراد اور سبب سجدہ	٦٣٥
٧	نجات کیلئے بہت تھوڑا سا ایمان کافی نہیں ہوتا۔	٦٣٦
٨	قتلِ انبیاء کے علاوہ یہودیوں کے جرائم۔	٦٣٧
٩	حضرت عیسیٰؑ کے قتل کی چال چلنے والے کا انجام۔	٦٣٩
١٠	شبیہ کا جواز۔	٦٤٠
١١	قادیانیوں کا عقیدہ	٦٤٠
١٢	قتلِ حضرت عیسیٰؑ میں یہودیوں کو دھوکہ ہوا۔	٦٤١
١٣	حضرت عیسیٰؑ قیامت سے قبل نازل ہوں گے،	٦٤٢
	۔ اور اہلِ کتاب کے خلاف گواہی دیں گے،	
	۔ اور امام مہدیؑ کی مدد کریں گے۔	
١٤	حضرت امام محمد باقرؑ نے یہ الجھن دور کردی۔	٦٤٣
١٥	یہودیوں کے ظلم کی سزا۔	٦٤٥
١٦	ممانعت کے باوجود یہودی آج بھی پکے سود خور ہیں۔	٦٤٦
١٧	یہودیوں میں راسخون فی العلم لوگ۔	٦٤٧
١٨	خدا مختلف انداز میں انبیاء سے ہمکلام ہوا ہے۔	٦٤٩
١٩	انبیاءؑ کے بھیجے جانے کا مقصد۔	٦٥١
٢٠	اگر عالم ہی مفسد ہوجائے تو پوری دُنیا خراب ہوجائے گی۔	٦٥٢

شمار	ذیلی عناوین	صفحہ
٢١	جناب محمدؐ وآلِ محمدؐ پر ظلم کرنے والوں کو خدا معاف نہ کریگا	٦٥٥
٢٢	حضرت عیسیٰؑ کے بارے میں عیسائیوں کی تصدیق و تکذیب از روئے قرآن۔	٦٥٩
٢٣	یہودیوں کا غلو ـــ عیسائیوں کا غلو ؟	٦٦٠
٢٤	انسان کی فضیلت خدا کا فرمانبردار عبد ہونے میں ہے۔	٦٦١
٢٥	اِس آیت میں نور سے مراد ؟	٦٦٢
٢٦	اطاعتِ خدا ذریعہ ہے توفیقِ خدا کا۔	٦٦٤
٢٧	بھائی بہن کے ترکہ وراثت (کلالہ) کے احکام	٦٦٥
	(سورۃ المآئدۃ ٥)	
٢٨	معاہدوں کی تاکید اور مویشیوں کی حلت	٦٦٧
٢٩	شعائر اللہ	٦٦٩
٣٠	عَلَم و تابوت و ذوالجناح کی شبیہیں شعائر میں داخل ہیں۔	٦٧٢
٣١	آیت کے پیغامات اور تعلیمات۔	٦٧٣
٣٢	حلال اور حرام جانوروں کی تفصیل۔	٦٧٤
٣٣	دین کی تکمیل والی آیت (الیوم اکملت...)	٦٧٦
٣٤	اہلِ کتاب کے ساتھ معاشرت کے احکام	٦٧٩
٣٥	طریقۂ وضو ۔ نامِ تیمم (امام محمد باقرؑ)	٦٨٢
٣٦	اِس آیت میں میثاق سے مراد ؟ ۔	٦٨٣
٣٧	عدل کا بنیادی تقاضا اور قوّامین للہ کا مطلب	٦٨٤
٣٨	اِس آیت کے مطابق لوگوں کی قسمیں۔	٦٨٥
٣٩	بنی اسرائیل کے بارہ نقیبوں اور قرضاً حسناً کا ذکر	٦٨٧

www.drhasanrizvi.org

شمار	ذیلی عناوین	صفحہ
۴۰	عہد توڑنے کا نتیجہ لعنتِ خدا ہے۔	۶۸۹
۴۱	اللہ نے نصرانیوں سے بھی عہد لیا۔	۶۹۱
۴۲	انجیل میں آنحضرتؐ کی آمد کی بشارت آج بھی موجود ہے	۶۹۲
۴۳	یہودی اور عیسائی کس قسم کی آیتوں کو چھپاتے تھے ۔ رسولِ خداؐ رحمت ہیں عالمین کیلئے	۶۹۳
۴۴	اللہ کن خوش نصیب لوگوں کو ہدایت فرماتا ہے	۶۹۴
۴۵	عیسائیوں کے عقیدۂ شرک کی زبردست ردّ	۶۹۵
۴۶	اللہ نے یہودیوں اور عیسائیوں کی شیخی کا منھ توڑ جواب دیا	۶۹۷
۴۷	فَتْرَة ؟	۶۹۹
۴۸	جعل فیکم انبیاء وجعلکم ملوکاً (تم میں انبیاء بنائے اور تم کو بادشاہ بنایا۔)	۷۰۰
۴۹	بنی اسرائیل کو مسلسل نافرمانی کی سزا۔	۷۰۱
۵۰	بنی اسرائیل نے خدا و رسولؐ کا مذاق بھی اڑایا	۷۰۴
۵۱	پیغمبرؐ کی نافرمانی کی سزا۔	۷۰۵
۵۲	سب سے پہلا قاتل نبیؑ کا نافرمان تھا۔	۷۰۷
۵۳	پہلا گریہ، پہلا نوحہ و ماتم، پہلے نبیؑ نے کیا۔	۷۰۸
۵۴	تدفینِ میّت کا طریقہ اللہ کی طرف سے ہے۔	۷۰۹
۵۵	بیگناہ کے قتل اور فساد برپا کرنے کی سزا اور بیگناہ انسان کو قتل یا حادثے سے بچا لینے کا ثواب۔	۷۱۰
۵۶	فسادیوں (لٹیروں، ڈاکوؤں، قاتلوں) کی سزائیں	۷۱۲
۵۷	اللہ کا ارشاد ایمان والوں سے ہے کہ وسیلہ تلاش کرو۔	۷۱۴
۵۸	کفر و انکار پر دردناک سزا ہے، فدیہ نہیں۔	۷۱۶
۵۹	سبحان اللہ، اللہ کی اس مغفرت اور رحمت پر قربان	۷۱۹
۶۰	اللہ کا عذاب اور اسکی مغفرت مصلحت کے تحت ہوتی ہے۔	۷۲۰
۶۱	یہودیوں کا تکبر اور تحریفات فی الاحکام	۷۲۲
۶۲	"سُحت" کیا ہے؟ تفصیل ملاحظہ فرمائیں۔	۷۲۳
۶۳	یہودی نہ توراۃ پر عمل کرتے ہیں اور نہ قرآن کے فیصلے کو مانتے ہیں۔	۷۲۶
۶۴	یہودی علماء کس بات سے خوفزدہ تھے ؟	۷۲۷
۶۵	بدلہ (قصاص) اور تصدّق کا مطلب ؟	۷۳۰
۶۶	حضرت عیسیٰؑ توراۃ کے مصدّق تھے۔	۷۳۱
۶۷	اہلِ انجیل کو کیا حکم دیا گیا تھا۔ ؟	۷۳۲
۶۸	غیرمسلموں سے دوستی نہ کی جائے۔	۷۳۶
۶۹	منافقوں کی حالت یہ ہے	۷۳۷
۷۰	اللہ امیرالمومنینؑ کے اوصاف کی نشاندہی فرما رہا ہے	۷۳۹
۷۱	بیمثال ولی، بیمثال نماز گذار، بیمثال رکوع میں بیمثال خیرات دینے والے بیمثال فرد علی وصیِ نبیؐ۔	۷۴۱
۷۲	دینِ خدا کا مذاق اڑانے والوں سے دوستی نہ کرو۔	۷۴۴
۷۳	خدا کی نافرمانی کا دنیا ہی میں بدترین انجام۔	۷۴۶
۷۴	یہودی علماء کے نفاق، گناہ، عدوان اور حرام خوری پر لعنت لے دے۔	۷۴۷
۷۵	امر بالمعروف اور نہی عن المنکر سے گریز پر علماء اور خدا پرست لوگ بھی عذاب سے نہ بچ سکے۔	۷۴۸
۷۶	یہودیوں نے اللہ پر کتنا بڑا اتہام لگا دیا۔	۷۴۹
۷۷	حضرت علی ابن ابی طالبؑ کی ولایت کا اعلان	۷۵۲
۷۸	یہ لوگ آنکھوں کے اندھے اور کانوں سے بہرے نہیں تھے، بلکہ دل کے اندھے بہرے تھے۔	۷۵۹
۷۹	اللہ وحدہٗ کے بارے میں عیسائیوں کا عقیدہ	۷۶۰

شمار	ذیلی عناوین	صفحہ	شمار	ذیلی عناوین	صفحہ
۸۰	اللہ کی وحدانیت میں عیسائیوں کی تثلیث	۷۶۴	۸۳	"دین میں غلو نہ کرو" کی تشریح	۷۶۹
۸۱	توبہ کی تعریف بزبانِ وحی ترجمان	۷۶۵	۸۴	سخت نافرمان، خدا اور انبیاءؑ کی لعنت کے مستحق ہوتے ہیں۔	۷۷۱
۸۲	حضرت عیسیٰؑ صرف ایک پیغمبرِ خدا تھے، عیسائیوں کے لیے عبرت کا مقام ہے!	۷۶۶	۸۵	نجاشی بادشاہِ حبش کی تعریف۔	۷۷۴

محمد اقبال عیسیٰ خزانچی
ویلفیئر ایڈمنسٹریشن آفیسر محکمہ اوقاف

میں تصدیق کرتا ہوں کہ پاک محرم ایجوکیشن ٹرسٹ کے مطبوعہ پارہ نمبر چھ کا بغور حرفاً حرفاً مطالعہ کیا اور اسے ہر طرح کی اغلاط سے مبرا پایا۔

فیض احمد شاہ سعیدی

حافظ فیض احمد شاہ سعیدی
منظور شدہ پروف ریڈر
گلشن اقبال بلاک 11 کراچی

www.drhasanrizvi.org

(پارہ ۶)

لا یُحِبُّ اللہُ

لَا یُحِبُّ اللہُ الْجَھْرَ بِالسُّوْٓءِ (۱۴۸) مِنَ الْقَوْلِ اِلَّا مَنْ ظُلِمَ ؕ وَکَانَ اللہُ سَمِیْعًا عَلِیْمًا ۝۱۴۸

اللہ اس بات کو پسند نہیں کرتا کہ کوئی کسی کو کھلے بندوں برا بھلا کہے، سوا اس کے کہ اس پر ظلم کیا گیا ہو۔ اور اللہ سب کچھ سننے والا، جاننے والا ہے۔

ظالم کے خلاف مدد طلب کرنا

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ جنابِ رسولِ خدا نے فرمایا: "اللہ اس بات کو پسند نہیں فرماتا کہ کسی کے خلاف مدد اس طرح طلب کی جائے کہ اس کو برا بھلا کہا جائے، سوا اس شخص کے کہ جس پر ظلم کیا گیا ہو۔ (صرف اس کو حق ہے کہ ظالم کے خلاف مدد طلب کرے اس طرح کہ اس کا ظلم اور زیادتی لوگوں کو بتائے) مظلوم کے لیے ایسا کرنے میں کوئی حرج نہیں۔ مگر اس کے لیے ضروری ہے کہ وہ ظالم کے خلاف بس اتنی ہی مدد مانگے جتنا اس کے لیے مدد مانگنا دین میں جائز ہے۔ (یعنی صرف اتنی مدد مانگے جتنا اس پر ظلم کیا گیا ہے، اور اتنا ہی اسے برا بھلا کہے، اس سے زیادہ نہیں۔)

(تفسیر صافی ص۱۲۵ بحوالہ تفسیر مجمع البیان، تفسیر قمی)

(باقی اگلے صفحے ملاحظہ فرمائیں)

www.drhasanrizvi.org

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت ہے کہ جناب رسول خدا نے فرمایا کہ:

" اگر کوئی شخص کسی کے گھر مہمان رہے اور میزبان اُس کی مہمانداری ٹھیک طریقے سے نہ کرے، تو مہمان کو حق ہے کہ وہ میزبان کی بدسلوکی کا ذکر زبان پر لائے۔" (کیونکہ یہ بھی ایک قسم کا ظلم کرنا ہی ہے۔)

(تفسیر مجمع البیان و تفسیر عیاشی و تفسیر تبیان)

غرض یہ آیت اسلام کے قانونِ عدل کا بہترین بیان ہے کہ دشمن تک سے عدل کرنا واجب ہے۔

ایک حدیث میں ظلم کی ایک بڑی نازک قسم بتائی گئی ہے جس کا محسوس کرنا بہت مشکل ہے فرمایا کہ اگر کوئی تمہاری ایسی تعریفیں کرے جو غلط ہوں۔ یعنی وہ خوبیاں تم میں موجود ہی نہ ہوں، تو یہ بھی تم پر ظلم ہے۔ اس لیے کہ اس سے انسان کے اندر نخوت و غرور اور جھوٹی خوشامد سننے کے غلط جذبات پیدا ہو جاتے ہیں۔ اس لیے ایسی تعریف پر لوگوں کو بتا دینا چاہیے کہ یہ بیان غلط ہے اور یہ تعریف جھوٹی ہے۔

(تفسیر علی ابن ابراہیم)

غرض اس آیت نے غیبت، بدگوئی، ہتکِ عزت، کسی کی بُرائی کی تشہیر، تلخ کلامی کو حرام قرار دیدیا اور مظلوم کو فریاد کی اجازت دی۔ مگر جھوٹ بولنے سے روک دیا۔

پھر آخر میں خدا نے خود کو ہر بات کا سننے والا اور جاننے والا فرما کر مظلوم کو سمجھا دیا کہ ظالم کے خلاف جھوٹ نہ بولنا اور ظالم کو بتا دیا کہ وہ مظلوم کے ہاتھ سے بچ بھی گیا تو خدا کی سزا سے نہیں بچ سکتا۔

(ماجدی)

نیز یہ کہ اس آیت میں مظلوم کو انتقام لینے کی اجازت بھی مل گئی۔

(تھانوی)

www.drhasanrizvi.org

اِنۡ تُبۡدُوۡا خَيۡرًا اَوۡ تُخۡفُوۡهُ (۱۴۹) چاہے تم کسی نیکی کو ظاہر کرو یا اُسے
اَوۡ تَعۡفُوۡا عَنۡ سُوۡٓءٍ فَاِنَّ چھپائے رکھو، یا کسی برائی کو معاف
اللّٰهَ كَانَ عَفُوًّا قَدِيۡرًا ۝۱۴۹ کردو، تو اللہ بھی بڑا معاف کرنے والا
(اور) بڑی قدرت رکھنے والا ہے

نیکی کا اجر بہر حال ملے گا

ایک معنی تو یہ ہیں کہ تم جو کسی کے ساتھ کوئی بھلائی کرو اور اُس کو فائدہ پہنچاؤ تو چاہے اُس کو ظاہر کرو یا نہ کرو، اللہ تمہاری خطاؤں کو معاف کریگا اور تمہیں اپنی رحمتوں سے ڈھانپ لے گا۔ کیونکہ خدا اُس کی پوری پوری جزاء دینے پر قادر ہے۔ مطلب یہ ہوا کہ "اگر تم کھلم کھلا نیکی کرتے ہو یا چھپا کر" اُس کا اجر ضرور ملے گا۔

اور دوسرے معنی یہ ہوں گے کہ جس نے تمہارے ساتھ نیکی کی ہے، تم چاہے اُس کا اعلان کرو یا نہ کرو، خدا اُس کو ضرور اپنی رحمت میں ڈھانپے گا، اُس کے گناہ معاف کرے گا کیونکہ خدا اُس کو پوری طرح اجر دینے پر بھی قادر ہے۔ (مجمع البیان)

کسی کی بدسلوکی کو چھپانا اور اُسے معاف کر دینا

دوسری تعلیم یہ دی گئی کہ اگر تم سے کوئی برائی کرے تو اُس کو چھپاؤ اور معاف کردو۔ اللہ بھی تمہارے گناہوں کو معاف کرنے گا۔ یہ معاف کرنا خدا کی صفت ہے۔ وہ خدا ہی تو ہے جو سزا دینے اور انتقام لینے پر پوری طرح قدرت رکھنے کے باوجود بھی معاف کر دیا کرتا ہے۔ (مجمع البیان)

www.drhasanrizvi.org

اِنَّ الَّذِیۡنَ یَکۡفُرُوۡنَ بِاللّٰہِ وَ رُسُلِہٖ وَ یُرِیۡدُوۡنَ اَنۡ یُّفَرِّقُوۡا بَیۡنَ اللّٰہِ وَ رُسُلِہٖ وَ یَقُوۡلُوۡنَ نُؤۡمِنُ بِبَعۡضٍ وَّ نَکۡفُرُ بِبَعۡضٍ ۙ وَّ یُرِیۡدُوۡنَ اَنۡ یَّتَّخِذُوۡا بَیۡنَ ذٰلِکَ سَبِیۡلًا ۙ﴿۱۵۰﴾

(۱۵۰) جو لوگ اللہ اور اُس کے رسولوں کا انکار کرتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ اللہ اور اُس کے رسولوں کے درمیان تفریق کریں (یعنی خدا اور اُس کے رسولوں کو الگ الگ سمجھتے ہیں) اور کہتے ہیں کہ ہم کسی رسُول کو مانیں گے اور کسی کو نہ مانیں گے اور کُفر اور ایمان کے درمیان کا راستہ نکالنا چاہتے ہیں۔

یہودیوں اور عیسائیوں کا کفر

آیت کا مطلب یہ ہے کہ یہودی کچھ انبیاء کو تو مانتے ہیں اور کچھ کو نہیں مانتے۔ جیساکہ یہودیوں نے کہاکہ " وہ حضرت موسیٰؑ اور اُن سے پہلے کے انبیاء کی تو تصدیق کرتے ہیں لیکن حضرت عیسیٰؑ اور حضرت محمدؐ کی تکذیب کرتے ہیں۔ اور یہی کام عیسائیوں نے بھی کیاکہ وہ حضرت عیسیٰ اور اُن سے پہلے کے انبیاء کو تو مانتے ہیں، مگر اُن کے بعد حضرت محمدؐ کو نہیں مانتے۔ (تفسیر صافی ص۱۲۱)

نتائج :- محققین نے نتیجے نکالے کہ (۱) صرف اللہ کو ماننا انسان کو مومن نہیں بناتا، خدا کے پیغمبروں کو بھی ماننا ضروری ہے اسی لئے پیغمبروں کو نہ ماننے والا کافر کہلانے کے لائق ہے۔ (۲) نجات کیلئے اسلام کو ماننا ضروری ہے۔ (۳) اعمال کے اجر کا دار و مدار ایمان پر ہے جب تک عقیدے درست نہ ہوں گے عمل کی کوئی قیمت نہیں۔ (۴) اسلام اور ایمان کے بعد جو اعمال کی جزا ملتی ہے وہ اعمال کی مناسبت سے ملتی ہے پھر ایمان و عمل کے اعتبار ہی سے مومن کے درجات معیّن ہوتے ہیں۔ (فصل الخطاب)

www.drhasanrizvi.org

أُولَٰئِكَ هُمُ الْكَافِرُونَ (١٥١) تو یہی لوگ حقیقت میں پکّے کافر ہیں۔ اور
حَقًّا ۚ وَأَعْتَدْنَا لِلْكَافِرِينَ ایسے کافروں کیلئے ہم نے ایسی سزا تیار کر
عَذَابًا مُهِينًا ﴿١٥١﴾ رکھی ہے جو بڑی ہی ذلیل کرنے والی ہے۔
وَالَّذِينَ آمَنُوا بِاللَّهِ وَرُسُلِهِ (١٥٢) (بخلاف اِس کے) جن لوگوں نے اللہ اور
وَلَمْ يُفَرِّقُوا بَيْنَ أَحَدٍ مِنْهُمْ اُس کے تمام رسولوں کو مانا، اور اُن میں
أُولَٰئِكَ سَوْفَ يُؤْتِيهِمْ سے کسی ایک کے درمیان بھی کوئی فرق نہ
أُجُورَهُمْ ۗ وَكَانَ اللَّهُ کیا، تو یہی لوگ وہ ہوں گے کہ خدا ضرور
غَفُورًا رَحِيمًا ﴿١٥٢﴾ اُن کو اُن کا اجر عطا کرے گا، اور اللہ تو ہے
ہی بڑا معاف کرنے والا، بڑا رحم کرنے والا۔

قرآن کے الفاظ عام ہیں۔ اِس کے تحت عیسائی، یہودی، ہندو، دہریے، برہمو سماج سب آ گئے۔ اور وہ سب لوگ بھی جو خدا کے تو قائل ہیں مگر وحی اور نبوّت کے منکر ہیں۔ یہ لوگ اسلام کے فلسفے کی وحدت اور عقائد و ارکان کے اندرونی نظم و ارتباط کو نہیں سمجھتے۔ یہ کافروں سے بھی بدتر ہیں۔ یعنی کفر میں کامل ہیں۔ (بیضاوی، بحر، تفسیر کبیر)

ایسے لوگوں کی ذہنیت یہ ہوتی ہے کہ عقل اور وحی کے مقابلے میں ہم زیادہ عقلمند ہیں۔ اسی لئے آخرت میں اِن کو جسمانی سزاؤں کے ساتھ ذہنی سزا یہ ملے گی کہ اُن کو ذلیل بھی کیا جائے گا۔ غرض قرآن نے وحدتِ وحی پر بڑا زور دیا ہے اور سارے انبیاء کے ماننے کو ضروری قرار دیا ہے، اور سب کو ایک نظام اور سلسلے کے اندر منسلک قرار دیا ہے۔ (ماجدی)

www.drhasanrizvi.org

يَسْـَٔلُكَ اَهْلُ الْكِتٰبِ اَنْ تُنَزِّلَ عَلَيْهِمْ كِتٰبًا مِّنَ السَّمَآءِ فَقَدْ سَاَلُوْا مُوْسٰٓى اَكْبَرَ مِنْ ذٰلِكَ فَقَالُوْٓا اَرِنَا اللّٰهَ جَهْرَةً فَاَخَذَتْهُمُ الصّٰعِقَةُ بِظُلْمِهِمْ ثُمَّ اتَّخَذُوا الْعِجْلَ مِنْ بَعْدِ مَا جَآءَتْهُمُ الْبَيِّنٰتُ فَعَفَوْنَا عَنْ ذٰلِكَ وَاٰتَيْنَا مُوْسٰى سُلْطٰنًا مُّبِيْنًا ۝۱۵۳

(۱۵۳) اہلِ کتاب آپؐ سے یہ مطالبہ کرتے ہیں کہ آپؐ آسمان سے کوئی لکھی لکھائی کتاب اُن پر اُتار دیں، تو یہ لوگ اِس سے پہلے حضرت موسیٰؑ سے اِس سے بھی کہیں بڑے بڑے مطالبے کر چکے ہیں۔ اُن سے تو اُنھوں نے یہاں تک کہدیا تھا کہ "ہمیں اللہ کو کھلم کھلا دکھا دیجیے"۔ تو اُن کو اِسی ظلم اور زیادتی کی وجہ سے بجلی کی کڑک نے آن پکڑا۔ پھر ایسی کھلی کھلی خدا کی نشانیاں دیکھ لینے کے بعد بھی اُنھوں نے بچھڑے کو اپنا معبود بنا لیا لیکن ہم نے اِس کو بھی معاف کر دیا۔ اور موسیٰؑ کو کھلی ہوئی دلیلوں کے ذریعے سے غلبہ عطا کیا۔ (۱۵۳)

یہودیوں کی جاہلانہ ہٹ دھرمی

یہودیوں کی ایک جماعت نے جناب رسولِ خداؐ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی کہ "اگر آپؐ واقعی نبی ہیں تو جس طرح حضرت موسیٰؑ پر توریت پوری کی پوری ایک ہی دفعہ نازل ہوئی تھی آپؐ بھی آسمان سے کوئی ایسی ہی کتاب ایک ساتھ لے آئیں۔ اُس کے جواب میں یہ آیت اُتری۔ (تفسیر صافی صفحہ ۱۲۵ بحوالہ تفسیر مجمع البیان)

(باقی تشریح اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں)

www.drhasanrizvi.org

(پچھلے صفحے کی بقیہ تشریح) محققین نے لکھا کہ کتاب کا طلب کرنا بظاہر کوئی بُری بات نہ تھی لیکن اِس میں اصل بات یہ تھی کہ وہ صرف کتاب طلب کر رہے تھے، لیکن نبیؐ کی رسالت کو ماننے کے لیے تیار ہی نہ تھے۔ "خوئے بد را بہانہ بسیار" یہ طلب صرف نہ ماننے کا ایک بہانہ تھا۔

نیز یہ کہ اگرچہ خدا کو دیکھنے کا سوال اُس وقت کے یہودیوں کے باپ دادا نے حضرت موسیٰؑ سے کیا تھا، مگر خدا اس آیت میں اِس سوال کی نسبت اُس وقت کے یہودیوں کی طرف دے رہا ہے ... یہ اس لیے کہ اُس وقت یہودی بھی اپنے باپ دادا کے مذہب پر جمے ہوئے تھے اور ویسی ہی جہالتوں پر ڈٹے ہوئے تھے۔ (القرآن المبین)

اصل میں یہودیوں نے یہ ایمان نہ لانے کا ایک بہانہ بنایا تھا کہ قرآن لکھی ہوئی شکل میں ایک ساتھ کیوں نہ اُترا؟ (شاہ ولی اللہ، جلالین)

یہ بھی کہا گیا کہ یہودیوں نے فرمائش کی تھی کہ قرآن کے علاوہ کوئی اور کتاب خاص اُن کے لیے اُترے یا اُن کے سرداروں کے پاس اللہ خود خط لکھ کر بھیجے کہ تم محمدؐ پر ایمان لاؤ۔ (تبیان)

اِس طرح یہودیوں کے دل کا تکبر ملاحظہ فرمائیں جس کے ہوتے ہوئے خدا کی طرف سے ہدایت اور توفیقات ملنا بند ہو جایا کرتی ہیں۔

آخر میں خدا کا فرمانا کہ "ہم نے موسیٰؑ کو نمایاں غلبہ عطا کیا" تو اس کا مطلب دُنیاوی اقتدار نہیں۔ وہ تو اکثر باطل کو بھی حاصل ہو جاتا ہے۔ اس سے مراد حقانیت کی دلیلیں اور نشانات ہیں جو خدا نے موسیٰؑ کو عطا فرمائے تھے۔ (مجمع البیان)

(مزید تشریح اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں)

www.drhasanrizvi.org

یہ فرمائش کرنے والے یہودی تھے خاصکر کعب بن اشرف اور اُس کی پارٹی (ابن عباس)

یہودی کہتے تھے کہ ہم اُس وحی کے قائل نہیں کہ جو کسی کے دل پر اُترے۔ ہم تو لکھی لکھائی کتاب اُترتا دیکھنے پر وحی کے قائل ہوتے ہیں۔ اگر تم سچے ہو تو توریت کی طرح لکھا لکھایا صحیفہ لاکر دکھاؤ جس طرح موسیٰ پر آسمان سے توریت اُتری تھی تختیوں پر۔

(تفسیر کبیر، ابن کثیر بقول قتادہ، قرطبی)

آیت سے اُس شخص کی رد نکل آئی جو آسمانی برکتوں کو شیخ کے اختیار میں سمجھتا ہے۔ (تھانوی)

جواب میں کہا گیا کہ چلو اگر تم سچے ہو تو جب موسیٰ توریت لائے تھے تب تم نے کب مانا تھا، جو اب یہ مطالبہ کر رہے ہو۔ اُس وقت تو تم نے توریت لانے پر موسیٰ سے ایک اور بڑا مطالبہ کر دیا تھا کہ "ہم کو اللہ میاں کا دیدار کراؤ۔ مطلب یہ ہے کہ تمہارے اِس مطالبے کا مقصد تحقیق نہیں ہے، بلکہ محض بحث، تکرار، ضد اور عناد، مجادلہ اور مکابرہ ہے۔ (تفسیر کبیر)

نتائج :۔ محققین نے نتیجے نکالے کہ :

(۱) دُنیا اور آخرت دونوں میں خدا کو دیکھنے کا عقیدہ غلط ہے کیونکہ آخرت میں ہماری حالت بدلے گی، خدا کی حالت نہیں بدلے گی۔ اگر دُنیا میں خدا کو دیکھنا ممکن نہیں، تو آخرت میں بھی ممکن نہ ہوگا۔

(۲) ضد، تکبر اور حق سے گریز ہو تو خدا کی طرف سے ہدایتیں اور توفیقات ملنا بند ہو جاتی ہیں۔

www.drhasanrizvi.org

وَرَفَعۡنَا فَوۡقَهُمُ الطُّوۡرَ بِمِيۡثَاقِهِمۡ (۱۵۴) اور ہم نے کوہِ طور کو اُٹھا کر اُن سے
وَقُلۡنَا لَهُمُ ادۡخُلُوا الۡبَابَ (اپنی اطاعت کا) عہد لیا۔ اور ہم نے
سُجَّدًا وَّقُلۡنَا لَهُمۡ لَا تَعۡدُوۡا اُن کو حکم دیا کہ وہ (شہر کے) دروازے
فِى السَّبۡتِ وَاَخَذۡنَا مِنۡهُمۡ میں سجدہ کرتے ہوئے داخل ہوں۔
مِّيۡثَاقًا غَلِيۡظًا ۝ ۱۵۴ اور ہم نے اُن سے یہ بھی کہا کہ وہ ہفتے
کے دن والا قانون نہ توڑیں۔ اور ہم نے (اِن سب باتوں کا) اُن سے بہت ہی مضبوط عہد لیا تھا۔

لے "بِمِيۡثَاقِهِمۡ" میں "ب" سبب بتانے کے لیے ہے۔ یعنی ہم نے اُن کے اوپر طور کے پہاڑ کو مسلّط کر دیا "تاکہ" اُن سے قول و قرار لیا جائے (بحر)

سجدے سے مراد اور سببِ سجدہ

اور یہاں سجدے سے مراد سجدۂ شرعی نہیں، بلکہ سجدہ اپنے لفظی معنی میں استعمال ہوا ہے۔ یعنی "تواضع اور انکساری کے ساتھ سر کو جھکائے ہوئے" (روح المعانی)

گویا فتح اور کامیابی کے وقت سرکشی اور تکبّر کا رویّہ اختیار کرنے کے بجائے خدا کا شکر اور انکساری کا رویّہ اختیار کیا جائے۔ بقولِ شاعر

عزّت جسے دیتا ہے خدا دیتا ہے — وہ دل میں فروتنی کو جا دیتا ہے
کرتے ہیں تہی مغز ثنا آپ اپنی — جو ظرف کہ خالی ہو صدا دیتا ہے

(میر انیسؔ)

www.drhasanrizvi.org

فَبِمَا نَقْضِهِمْ مِّيْثَاقَهُمْ وَ كُفْرِهِمْ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَقَتْلِهِمُ الْاَنْۢبِيَآءَ بِغَيْرِ حَقٍّ وَّ قَوْلِهِمْ قُلُوْبُنَا غُلْفٌ ؕ بَلْ طَبَعَ اللّٰهُ عَلَيْهَا بِكُفْرِهِمْ فَلَا يُؤْمِنُوْنَ اِلَّا قَلِيْلًا ۝۱۵۵

(۱۵۵) آخر کار اُن کے اپنے کیے ہوئے عہد کو توڑنے کے سبب سے اور خدا کی نشانیوں کو جھٹلانے، پیغمبروں کو ناحق قتل کرنے اور اس پر یہ کہنے کے سبب سے کہ ہمارے دلوں پر تو غلاف چڑھے ہوئے ہیں، بلکہ (حقیقت تو یہ ہے کہ) خدا نے اُن کے اسی کفر کے سبب سے اُن کے دلوں پر مُہر لگا دی ہے۔ اور یہی وجہ ہے کہ وہ بہت ہی کم ایمان لاتے ہیں۔ (۱۵۵)

نجات کے لیے بہت تھوڑا سا ایمان کافی نہیں ہوتا۔

بہت تھوڑا سا ایمان نجات کے لیے کافی نہیں ہوتا۔ تمام انبیاءؑ پر ایمان لانا ضروری ہے۔ جس نبیؑ کو چاہا مانا اور جس کو چاہا نہ مانا، ایسا ایمان قبول نہیں۔

بقولِ شاعر ؎ جب چاہا چلے رن کو جب چاہا گھر آ بیٹھے

ایسے ایمان پر شرعی ایمان کے لفظ کا اطلاق ہی نہیں ہوتا۔ یہ تو بے ایمانی کی ایک بڑی قسم ہوئی۔ (تفسیر کبیر۔ تھانوی)

www.drhasanrizvi.org

وَّبِكُفْرِهِمْ وَقَوْلِهِمْ عَلٰى مَرْيَمَ بُهْتَانًا عَظِيْمًا ۝١٥٦

اور (یہ مُہر) اُن کے کُفر و انکار کی وجہ سے اور اُن کے مریمؑ پر بڑے بڑے جھوٹے الزام لگانے کی وجہ سے لگائی گئی ہے۔ (۱۵۶)

قتلِ انبیاءؑ کے علاوہ یہودیوں کے جرائم

جس زمانے میں قرآن اُتر رہا تھا، اُس زمانے کے یہودیوں نے تو انبیاءؑ کو قتل نہیں کیا تھا مگر خدا اُنھیں سے خطاب کر کے اُن کو گذشتہ انبیاءؑ کا قاتل بتا رہا ہے؟ اِس سے محققین نے نتیجہ نکالا کہ جو شخص کسی فعل پر راضی ہوتا ہے، تو گویا اُس نے وہ عمل خود انجام دیا ہے، چاہے اُس نے وہ کام خود نہ کیا ہو۔ صرف کسی عمل پر راضی ہونا بھی اُس کام کو انجام دینے کے برابر ہوتا ہے۔ (تفسیر صافی ص۱۲۵ بحوالہ تفسیر قمی)

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ جناب رسولِ خداؐ نے فرمایا کہ "تمام آدمیوں کو راضی نہیں کیا جا سکتا اور نہ تمام آدمیوں کی زبانیں بند کی جا سکتی ہیں۔ کیا تم نے نہیں دیکھا کہ یہودیوں نے حضرت مریمؑ بنتِ عمرانؑ (جیسی پاکدامن اور بلند کردار خاتون) پر کتنی بُری تہمت لگائی کہ اُنھوں نے کہا کہ حضرت عیسیٰؑ کا حمل تو ایک بڑھئی کا ہے جس کا نام یوسف تھا"۔

(معاذ اللہ) (تفسیر صافی ص۱۲۵ بحوالہ المجالس)

محققین نے لکھا کہ اِس آیت میں یہودیوں کے درج ذیل جرائم بتائے گئے ہیں:

(باقی اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں)

www.drhasanrizvi.org

(پچھلے صفحے کا بقیہ)

(۱) عہد شکنی۔ یعنی خدا کے بندے ہونے کی حیثیت سے ہر انسان اس بات کا پابند ہے کہ وہ خدا اور اُس کے تمام پیغمبروں کو مانے اور اُنکی اطاعت کرے۔

(۲) خدا کی آیات کا انکار۔ اور خدا کی قدرت کی نشانیوں اور اُن کے حق ہونے کو نہ ماننا۔

(۳) خدا کے رسولوںؑ کو قتل کرنا۔

(۴) اُن کے قتل پر قتل نہ کرنے والوں کا راضی ہونا۔

(۵) یہودیوں کا یہ کہنا کہ ہمارے دلوں پر غلاف چڑھے ہوئے ہیں۔ یعنی اپنے ایمان نہ لانے کا طنزیہ طور پر اظہار کرنا۔ اِس کے جواب میں خدا نے فرمایا کہ اُن کے دلوں پر غلاف کیسے مُہریں لگی ہوئی ہیں۔ یعنی اب اِن کے دل حق کو سُننے اور ماننے کے قابل ہی نہیں رہے۔ کیونکہ اُنھوں نے عقل سے کام لینا بند کردیا اور ضمیر کی آواز سُننی بند کردی ہے۔ یہی مُہر ہے۔ جب خط یا لفافے پر مہر لگا دی جاتی ہے تو پھر اس میں اضافہ ممکن نہیں ہوتا۔ گویا اُن کے دل بند کردیے گئے ہیں، اب وہ حق کو قبول نہیں کریں گے۔

(۶) حضرت مریمؑ جیسی پاک دامن عورت اور وہ بھی جو نبیؑ کی ماں ہو، اُس پر جھوٹا الزام لگانا اور اُن کی پاکدامنی کو مجروح کرنے کی کوشش کرنا۔ ویسے بھی کسی عورت پر زنا کا الزام لگانا بڑے سے بڑے گناہوں میں شامل ہے۔ مگر حضرت مریمؑ تو ایک نبی کی ماں ہیں، اُن پر الزام لگانا گویا حضرت عیسیٰؑ کی حقّانیت کو مجروح کرنا ہے۔ اِس لیے اِس کو گناہ کے بجائے کفر قرار دیا گیا۔ (ملخّص از تفسیر علی بن ابراہیم و فصل الخطاب)

یہودیوں کیلئے جو خدا نے یہ فرمایا کہ "وہ ایمان نہیں رکھتے مگر بہت کم" اس کا مطلب یہ ہے کہ (۱) اُن میں سے بہت کم لوگ ہیں جو ایمان لائیں گے (۲) وہ حضرت موسیٰؑ کو تو مانتے ہیں مگر حضرت عیسیٰؑ اور حضرت محمّد مصطفٰےؐ کو اور قرآن کو نہیں مانتے یکیونکہ وہ زیادہ حقیقتوں کو نہیں مانتے اِس لیے اُن کے کفر کا پلّہ بھاری ہے۔ (تفسیر تبیان)

www.drhasanrizvi.org

وَّقَوۡلِهِمۡ اِنَّا قَتَلۡنَا الۡمَسِيۡحَ عِيۡسَى ابۡنَ مَرۡيَمَ رَسُوۡلَ اللّٰهِ‌ۚ وَمَا قَتَلُوۡهُ وَمَا صَلَبُوۡهُ وَلٰـكِنۡ شُبِّهَ لَهُمۡ‌ؕ وَاِنَّ الَّذِيۡنَ اخۡتَلَفُوۡا فِيۡهِ لَفِىۡ شَكٍّ مِّنۡهُ‌ؕ مَا لَهُمۡ بِهٖ مِنۡ عِلۡمٍ اِلَّا اتِّبَاعَ الظَّنِّ‌ۚ وَمَا قَتَلُوۡهُ يَقِيۡنًاۢ ۙ‏ ۱۵۷

(۱۵۷) اور اُن کا (طنزاً) یہ کہنا کہ ہم نے خدا کے رسول، مسیح عیسیٰ ابن مریم کو قتل کر دیا۔ حالانکہ اُنھوں نے نہ تو اُن کو قتل ہی کیا اور نہ سُولی پر ہی چڑھایا۔ بلکہ اُن کو شُبہے میں ڈال دیا گیا۔ اور جنھوں نے بھی اِس بات میں اختلاف کیا ہے وہ دراصل شک میں مبتلا ہیں۔ اُن کے پاس اِس بات کا کوئی علم ہے ہی نہیں، سوا اِس کے کہ وہ اپنے وہم و گمان کی پیروی کر رہے ہیں۔ وہ یقیناً اُن کو قتل نہیں کر پائے۔

بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيۡهِ‌ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَزِيۡزًا حَكِيۡمًا‏ ۱۵۸

(۱۵۸) بلکہ خدا نے اُنھیں اپنی طرف اُٹھا لیا۔ اور اللہ تو زبردست طاقت رکھنے والا، ٹھیک ٹھیک کام کرنے والا ہے۔

حضرت عیسیٰؑ کے قتل کی چال چلنے والے کا انجام

جس شخص نے حضرت عیسیٰؑ کو قتل کرنے کی چال سوچی تھی خدا نے اُسی کو حضرت عیسیٰؑ

(باقی اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں)

کی شبیہ بنا دیا یعنی اُس کی شکل و صورت بالکل حضرت عیسیٰ جیسی ہوگئی۔ نتیجہ یہ ہوا وہ خود اپنے ساتھیوں اور حمایتیوں کے ہاتھوں حضرت عیسیٰ کے بدلے سولی پر چڑھا کر قتل کر دیا گیا۔ (تفسیر صافی صہ ۸۴ بحوالہ تفسیر قمیؒ)

(خس کم جہاں پاک)

نتیجہ: "محققین نے نتیجہ نکالا کہ انبیاءؑ اور اولیاءِ خدا کے دشمنوں اور اُن کے خلاف چالیں چلنے والوں کا انجام دنیا میں بھی بہت بُرا ہوتا ہے اور آخرت میں تو عذابِ شدید ہے ہی۔ اکثر وہ خود اپنے بچھائے ہوئے جال میں پھنس جاتے ہیں۔"

"شبیہ کا جواز"

"بعض فقہاء نے اس سے کسی جاندار کی شبیہ بنانے کا جواز ثابت کیا ہے۔"

قادیانیوں کا عقیدہ:

قادیانی حضرات کا یہ فرمانا کہ حضرت عیسیٰ زندہ نہیں گویا خدا کے مقابلے پر یہودیوں کی تائید کرنا ہے۔ (فصل الخطاب)

غرض قرآن نے حضرت عیسیٰ کا واقعہ بیان کرتے ہوئے اُن کا حقیقی منصب بھی بیان کر دیا کہ وہ (۱) مسیح تھے۔ (۲) خدا کے نہیں بلکہ حضرت مریمؑ کے بیٹے تھے۔ (۳) خدا نہیں بلکہ خدا کے رسول تھے۔ (۴) وہ قتل نہیں کیے گئے بلکہ زندہ حالت میں آسمان پر اُٹھا لیے گئے تھے۔ یہ اسلوب قرآن مجید کا عام ہے کہ وہ ضمناً بڑی بڑی حقیقتوں کو بیان کر کے ہدایتوں کے ابواب کھولتا چلا جاتا ہے۔

(بحر، کبیر، کشاف، بیضاوی، مدارک)

www.drhasanrizvi.org

قتلِ حضرت عیسیٰؑ میں یہودیوں کو دھوکہ ہوا

یعنی وہ حضرت عیسیٰؑ کے دھوکے میں کسی اور کو سولی پر چڑھا گئے۔

اِس دھوکہ کھانے کی وجوہات درجِ ذیل ہو سکتی ہیں:

(۱) حضرت عیسیٰؑ یروشلم کے لوگوں سے بہت کم ملتے تھے۔ اِس لیے یہودیوں کو اُنھیں گرفتار کرنے کے لیے یہوداہ منافق کا سہارا لینا پڑا تھا۔

(۲) حضرت عیسیٰؑ کو یہ کمال حاصل تھا کہ وہ اپنی شکل و صورت کو بدل لیا کرتے تھے۔ مثلاً: انجیل میں ہے: "چھ دن بعد یسوعؑ (حضرت عیسیٰؑ) نے پطرس اور یعقوب کو اپنے ساتھ لیا اور اُنھیں ایک اونچے پہاڑ پر لے گئے اور اُن کے سامنے اُن کی صورت بدل گئی اور اُن کا چہرہ سورج کی مانند چمکا۔"

(متی ۱۷: ۱، ۲، لوقا ۹: ۲۹)

(۳) شام اور فلسطین میں حکومت تو رومیوں کی تھی مگر آبادی اسرائیلیوں کی تھی۔ رومیوں کی نگاہ میں سب اسرائیلی ایک ہی شکل کے تھے۔ جیسے ہم لوگوں کو سارے چینی یا سارے گورے ایک ہی شکل کے لگتے ہیں۔

(۴) جب حضرت کو سولی دی گئی تو وہ جمعہ کا دن تھا، شام کا وقت تھا۔ یہودیوں کو جلدی تھی کہ سولی دیں، کیونکہ شام ہی سے اُن کا یومِ سبت شروع ہو جاتا تھا۔ اِس لیے وہ جلدی میں حضرت عیسیٰؑ اور یہوداہ کی شباہت میں تمیز نہ کر سکے اور اپنے ہی آدمی کو سولی دے بیٹھے۔

www.drhasanrizvi.org

وَاِنْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ ۚ وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ يَكُوْنُ عَلَيْهِمْ شَهِيْدًا ۚ ۱۵۹	(۱۵۹) اور اہلِ کتاب میں کوئی بھی ایسا نہیں کہ جو اُن (عیسیٰ مسیح) کے مرنے سے پہلے اُن پر ضرور ایمان نہ لے آئے گا۔ اور قیامت کے دن وہ (عیسیٰ) اُن سب کے خلاف گواہی دیں گے۔

حضرت عیسیٰ قیامت سے قبل نازل ہونگے اور اہلِ کتاب کے خلاف گواہی دیں گے اور امام مہدیؑ کی مدد کریں گے

اس آیت نے بتادیا کہ حضرت عیسیٰؑ ابھی زندہ ہیں۔ ان کی موت بعد میں واقع ہوگی اور جتنے اہلِ کتاب اُس وقت موجود ہوں گے وہ اُن پر ایمان لائیں گے۔ (شاہ ولی اللہ)

حضرت امام محمدؑ باقر علیہ السلام سے روایت ہے کہ جناب رسول خداؐ نے فرمایا کہ: "قیامت سے پہلے حضرت عیسےؑ نازل ہوں گے اور اُس وقت تمام یہودی حضرت عیسےؑ کی تصدیق کریں گے اور تمام عیسائی اُن کی نبوت پر سچا ایمان لائیں گے۔ اور اُن کے خدا ہونے سے انکار کریں گے۔"

(تفسیر صافی ص۲۷ بحوالہ تفسیر قمی بروایت شہر بن اُشب)

(باقی تشریح اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں)

www.drhasanrizvi.org

(پچھلے صفحے کا بقیہ) ۔ یاد رہے کہ اس آیت میں تمام ضمیریں حضرت عیسیٰؑ کی طرف پھرتی ہیں اس لیے کہ عربی قواعد کے اعتبار سے ضمیر ہمیشہ اُس مرجع کی طرف پھرتی ہے جو قریب ہوتا ہے۔ بصورت دیگر اضطراب اور نقص پیدا ہوتا ہے جو فصاحت و بلاغت کے خلاف ہے۔ اس لیے اس آیت سے حضرت عیسیٰؑ کی زندگی ثابت ہے۔ (القرآن المبین)

—— شاہ عبدالقادر صاحب نے لکھا: "حضرت عیسیٰؑ زندہ ہیں۔ جب دجّال پیدا ہوگا تب اس جہان میں آکر اُس کو ماریں گے اور یہود و نصاریٰ سب اُن پر ایمان لاویں گے۔ (موضح القرآن)

—— مستند احادیث سے یہ بات بالکل ثابت ہے کہ جب امام مہدیؑ ظاہر ہوں گے، اُسی کے بعد حضرت عیسیٰؑ آسمان سے اُتریں گے اور امام مہدیؑ کی مدد فرمائیں گے۔ (بخاری شریف)

—— خدا کا فرمانا کہ "حضرت عیسیٰؑ اُن کے خلاف گواہ ہوں گے"۔ یعنی، اہلِ کتاب نے حضرت عیسیٰؑ کے بارے میں جو غلط تصوّرات قائم کر رکھے ہیں، حضرت عیسیٰؑ خود اُن کی نفی کریں گے۔ یعنی عیسائیوں کا کہنا کہ حضرت عیسیٰؑ خدا ہیں یا خدا کے بیٹے ہیں، خود حضرت عیسیٰؑ کی زبان سے باطل ہو جائے گا۔ (جادو وہ جو سر چڑھ کے بولے) (تفسیر تبیان)

حضرت امام محمّد باقر علیہ السلام نے یہ الجھن ہی دور کر دی:

شروع شروع میں بہت سے مفسّرین اس آیت سے یہ سمجھے تھے کہ کوئی اہلِ کتاب ایسا نہیں جو اپنی موت سے پہلے حضرت عیسیٰؑ پر ایمان نہ لائے۔ اس لیے لوگ

www.drhasanrizvi.org

قرآن کی حقّانیت پر شک کرنے لگے۔

چنانچہ حضرت امام محمّد باقر علیہ السّلام نے اس غلط فہمی کو دور کیا۔ اور فرمایا کہ: "یہ ضمیر اہلِ کتاب کی طرف نہیں پھرتی بلکہ حضرت عیسیٰ ؑ کی طرف پھرتی ہے۔ یعنی: "حضرت عیسیٰ (علیہ السّلام) کی موت سے پہلے کوئی ایسا اہلِ کتاب نہ ہوگا جو حضرت عیسیٰ (علیہ السّلام) کو دل سے نہ مان لے۔ اور یہ اُسی وقت ہوگا جب حضرت عیسیٰ (علیہ السّلام) بظاہر حضرت امام مہدی (علیہ السلام) کی مدد کرنے کے لیے آسمان سے اُتریں گے۔ حتّیٰ کہ مشہور دشمنِ اہلِ بیتؑ حجّاج ابنِ یوسف (لعن) جیسے ظالم انسان نے بھی اعتراف کیا کہ:

" امام محمّد باقر (علیہ السّلام) کی اس تفسیر سے میری اُلجھن دور ہوگئی۔"

(تفسیر علی ابن ابراہیم)

www.drhasanrizvi.org

فَبِظُلۡمٍ مِّنَ الَّذِیۡنَ هَادُوۡا حَرَّمۡنَا عَلَیۡهِمۡ طَیِّبٰتٍ اُحِلَّتۡ لَهُمۡ وَبِصَدِّهِمۡ عَنۡ سَبِیۡلِ اللّٰهِ كَثِیۡرًا ۙ (۱۶۰)

تو یہودیوں کے اِسی بڑے ظالمانہ رویّے، اور بہت سے لوگوں کو (بکثرت) اللہ کے راستے سے روکنے کے سبب سے ہم نے بہت سی وہ پاک چیزیں جو اُن کے لیے پہلے حلال تھیں، اُن پر حرام کردیں۔

یہودیوں کو ظلم کی سزا

محققین نے لکھا کہ "ظلم" کا لفظ اتنا جامع ہے کہ سب گناہوں پر حاوی ہے (تبیان)

پھر آیت میں "ظلم" کے نیچے دو زیر ہیں (فَبِظُلۡمٍ) جو ظلم کی کثرت اور اہمیت کا اظہار کرتے ہیں کہ اُن کا ظلم بہت بڑا اور بہت سخت تھا۔ پھر اُس کی سزا بتائی گئی کہ آخرت کی سزا تو ہے ہی، دنیا میں بھی وہ اللہ کی بہت سی نعمتوں سے محروم کردیے گئے۔

نتیجہ: محققین نے نتیجہ نکالا کہ: "جو یہودی مسلمان ہوجائیں گے اور اچھا کردار اختیار کرلیں گے تو انھیں پچھلے گناہوں کی سزا نہ دی جائے گی۔ (فصل الخطاب)

یہودیوں کو دنیا میں بھی ایک سزا یہ دی گئی کہ "اُن کی شریعت کے قوانین سخت رکھے گئے۔ کیونکہ وہ گناہوں پر بڑے دلیر تھے۔" اِس واسطے اُن کی شریعت سخت رکھی تاکہ اُن کی سرکشی ٹوٹے۔

(موضح القرآن)

www.drhasanrizvi.org

وَّاَخۡذِهِمُ الرِّبٰوا وَقَدۡ نُهُوۡا عَنۡهُ وَاَكۡلِهِمۡ اَمۡوَالَ النَّاسِ بِالۡبَاطِلِ‌ؕ وَاَعۡتَدۡنَا لِلۡكٰفِرِيۡنَ مِنۡهُمۡ عَذَابًا اَلِيۡمًا ۝۱۶۱

(۱۶۱) اور اُن کے سود لینے کی وجہ سے جس کے لینے سے اُن کو روکا گیا تھا، اور لوگوں کے اموال کو ناجائز طریقوں سے کھا جانے کے سبب سے، ہم نے اُن منکرینِ حق کے لیے بہت ہی تکلیف دینے والی سزا تیار کر رکھی ہے

ممانعت کے باوجود یہودی آج بھی سود خور ہیں

توراۃ میں آج بھی سود کھانے کی ممانعت ہے۔ لکھا ہے: "اگر تو میرے لوگوں ہی میں سے جس کسی کو جو تیرے آگے محتاج ہے، کچھ قرض دیوے تو اُس کے ساتھ بیاجیوں کی طرح سلوک مت کر اور سود مت لے۔ (خروج ۲۲:۲۵)

یہ اور بات ہے کہ یہودی آج دنیا کی سب سے بڑی سود خور قوم ہے۔ "کچھ مسلمان بھی اُن کے مقلد ہیں"

نتیجہ: محققین نے آیت کے الفاظ سے یہ نتیجہ نکالا کہ: "دنیوی سزائیں تو عموماً اجتماعی رنگ میں ملتی ہیں ــ" زندگی خود بھی گناہوں کی سزا دیتی ہے۔"

پوری قوم کسی نعمت سے محروم کر دی جاتی ہے لیکن آخرت کی سزائیں تمام تر انفرادی اور شخصی ہوں گی۔ ہر شخص اپنے بُرے اعمال کی سزا بھگتے گا۔

(ماجدی)

www.drhasanrizvi.org

لٰكِنِ الرّٰسِخُوْنَ فِي الْعِلْمِ مِنْهُمْ وَالْمُؤْمِنُوْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِمَآ أُنْزِلَ إِلَيْكَ وَمَآ أُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ وَالْمُقِيْمِيْنَ الصَّلٰوةَ وَالْمُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَالْمُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ؕ أُولٰٓئِكَ سَنُؤْتِيْهِمْ أَجْرًا عَظِيْمًا ﴿١٦٢﴾

(١٦٢) البتہ اُن (یہودیوں) میں جو لوگ علم میں پختہ یا مضبوط ہیں اور ایماندار بھی ہیں وہ اُس کتاب کو بھی مانتے ہیں جو آپ پر اُتری ہے اور اُس کو بھی مانتے ہیں جو آپ سے پہلے اُتری ہے۔ اور وہ لوگ نماز قائم کرتے ہیں اور زکوٰۃ ادا کرتے ہیں اور اللہ اور آخرت کے دن پر یقین رکھتے ہیں۔ یہی وہ لوگ ہیں کہ جن کو ہم بہت ہی بڑا اجر و ثواب ضرور عطا کریں گے۔

یہودیوں میں رَاسِخُوْنَ فِي الْعِلْمِ لوگ

آیت کا مطلب یہ ہے کہ ہر جماعت میں واقعتاً نیک عقیدہ اور نیک عمل وہی لوگ ہوں گے جو تعصبات کے پردوں کو چاک کر کے حقیقت کو پہچان لیں گے اور سچے دل سے اسلام کی سچائی کو قبول کرلیں گے۔ اور شریعت محمدیؐ کی پابندی کریں گے۔ (فصل الخطاب) ۔ (یہودیوں میں ایسے ہی لوگ راسخون فی العلم ہوں گے۔)

www.drhasanrizvi.org

إِنَّآ أَوْحَيْنَآ إِلَيْكَ كَمَآ أَوْحَيْنَآ إِلَىٰ نُوحٍ وَٱلنَّبِيِّـۧنَ مِنۢ بَعْدِهِۦ ۚ وَأَوْحَيْنَآ إِلَىٰٓ إِبْرَٰهِيمَ وَإِسْمَٰعِيلَ وَإِسْحَٰقَ وَيَعْقُوبَ وَٱلْأَسْبَاطِ وَعِيسَىٰ وَأَيُّوبَ وَيُونُسَ وَهَٰرُونَ وَسُلَيْمَٰنَ ۚ وَءَاتَيْنَا دَاوُۥدَ زَبُورًا ۝ (۱۶۳)

بلاشبہ ہم نے آپؐ کی طرف اُسی طرح وحی بھیجی جس طرح ہم نے نوحؑ اور اُن کے بعد کے پیغمبروں کی طرف وحی بھیجی تھی۔ اور ہم نے ابراہیمؑ و اسمٰعیلؑ و اسحاق و یعقوبؑ و اولادِ یعقوبؑ و عیسیٰؑ و ایوبؑ و یونسؑ و ہارونؑ و سلیمانؑ کی طرف وحی بھیجی۔ اور ہم نے داؤدؑ کو زبور عطا کی۔

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت ہے کہ اِس آیت کا مطلب ہے کہ "یقیناً ہم نے تمھاری طرف وحی کی، جس طرح حضرت نوحؑ اور اُن کے بعد کے انبیاءؑ کی طرف وحی کی تھی پس جناب رسولِ خداؐ کیلئے تمام کی تمام وحی جمع کر دی گئی"۔ (تفسیر صافی ص ۱۲۶ بحوالہ تفسیر عیاشی)

حضرت امام محمد باقرؑ سے روایت ہے کہ جناب رسول خداؐ نے فرمایا: "حضرت آدمؑ اور حضرت نوحؑ کے درمیان چند انبیاءؑ ایسے بھی گذرے ہیں جو خفیہ رہے، کچھ ایسے تھے جنھوں نے اپنی نبوت کو عام لوگوں پر ظاہر کیا۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن نے خفیہ رہنے والے انبیاءؑ کا ذکر بھی مخفی رکھا اور جسطرح اعلان کرنے والے انبیاءؑ کا نام لیا گیا، خفیہ رہنے والے انبیاءؑ کا نام نہیں لیا گیا۔ جیسا کہ خدا نے فرمایا: "کچھ رسولوں کا قصہ تو ہم نے آپؐ کے سامنے بیان کیا جو آپؐ سے پہلے تھے، مگر کچھ رسولوں کا قصہ ہم نے آپؐ سے بیان نہیں کیا۔"

(تفسیر صافی ص ۱۲۶ — بحوالہ تفسیر عیاشی و اکمال)

www.drhasanrizvi.org

وَ رُسُلًا قَدْ قَصَصْنٰهُمْ (۱۶۴) عَلَيْكَ مِنْ قَبْلُ وَ رُسُلًا لَّمْ نَقْصُصْهُمْ عَلَيْكَ ۚ وَ كَلَّمَ اللّٰهُ مُوْسٰى تَكْلِيْمًا ۚ (۱۶۴)

اور ہم نے اُن (دوسرے) پیغمبروں پر بھی وحی نازل کی جن کا ذکر ہم آپؐ سے اِس سے پہلے کر چکے ہیں، اور اُن پیغمبروں پر بھی (وحی بھیجی) جن کا ذکر ہم نے آپؐ سے نہیں کیا۔ اور ہم نے موسیٰؑ سے گفتگو کی جس طرح کی جاتی چاہیے۔

خدا مختلف انداز میں انبیاءؑ سے ہمکلام ہوا ہے

حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام سے روایت ہے کہ جناب رسولِ خداؐ نے فرمایا: "حضرت موسیٰؑ بنی اسرائیل کے چُنے ہوئے کچھ آدمیوں کو طورِ سینا پر لے گئے اور اُن کو اُس پہاڑ کے دامن میں کھڑا کر کے خود طور کے پہاڑ پر چڑھ گئے۔ اور اللہ سے درخواست کی، کہ مجھ سے اِس طرح باتیں کر کہ وہ لوگ بھی سُنیں۔ اِس پر خدا نے اِس طرح کلام فرمایا کہ اُن سب لوگوں نے اوپر، نیچے، دائیں، بائیں ہر طرف سے سُنا۔ خدا نے بولنے کی قوّت ایک درخت میں پیدا کر دی تھی"۔ (تفسیر صافی صفحہ ۱۲۶ بحوالہ التوحید)

حضرت علی علیہ السلام سے روایت ہے کہ "جناب رسولِ خداؐ نے فرمایا کہ: "خدا نے بغیر اعضاء اور بغیر ہونٹوں کے کلام کیا۔ اللہ کو انسان کی طرح بات کرنے کے لیے اِن اعضاء کی ضرورت نہیں ہوتی۔ خدا اعضاء سے مبرّا اور منزّہ ہے۔ خدا کا کلام ایک

www.drhasanrizvi.org

طریقے پر نہیں ہوتا۔ (خدا کے کلام کرنے کے مختلف طریقے ہوتے ہیں: جیسے)

(۱) ایک طریقہ تو وہ تھا جو خدا نے حضرت موسیٰ علیہ السلام اور دیگر انبیاء سے اختیار کیا۔

(۲) دوسرا طریقہ یہ تھا کہ خدا جو پیغام چاہتا تھا ان کے دلوں میں ڈال دیتا تھا۔

(۳) تیسرا طریقہ۔ خواب تھے۔ اس لیے وہ خواب بھی خدا کا کلام تھے، جو رسولوں نے دیکھے تھے (مثلاً حضرت ابراہیم علیہ السلام کا خواب، جس کا ذکر قرآن میں بھی ہے۔)

(۴) چوتھا طریقہ۔ یہ وحی (قرآن کی شکل میں) نازل ہوئی۔ یہ بھی خدا کا کلام ہے، جس کی تلاوت کی جاتی ہے۔

یہودیوں نے جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہا کہ "آپؐ سے حضرت موسیٰؑ بہتر تھے۔" جناب رسولِ خداؐ نے پوچھا: "کیسے؟" یہودیوں نے کہا کہ "خدا نے حضرت موسیٰؑ سے چار ہزار کلموں کے ذریعے بات کی، لیکن آپؐ سے تو کوئی بات نہیں کی۔" جناب رسولِ خداؐ نے فرمایا: "مجھے حضرت موسیٰؑ سے افضل درجہ عطا کیا گیا ہے۔" یہودیوں نے پوچھا کہ: "وہ کیسے؟" اس پر جناب رسولِ خداؐ نے آیۂ معراج تلاوت فرمائی۔ "سُبْحٰنَ الَّذِیْٓ اَسْرٰی بِعَبْدِهٖ لَیْلًا ... الخ (احتجاج طبرسی)

خدا کے اس قول سے کہ "کچھ وہ پیغمبرؑ جن کے حالات ہم نے آپؐ سے بیان نہیں کیے" محققین نے نتیجہ نکالا کہ: "بہت سے ایسے بڑے مشہور لوگ جو اپنی قوموں کی اصلاح کرتے تھے، ممکن ہے کہ خدا کی طرف سے بھیجے گئے ہوں۔ جیسے ایران میں زردشت، ہندوستان میں گوتم بدھ وغیرہ۔ .... (فصل الخطاب)

www.drhasanrizvi.org

رُسُلًا مُّبَشِّرِیۡنَ وَمُنۡذِرِیۡنَ (۱۶۵) لِئَلَّا یَکُوۡنَ لِلنَّاسِ عَلَی اللّٰہِ حُجَّۃٌۢ بَعۡدَ الرُّسُلِ ؕ وَکَانَ اللّٰہُ عَزِیۡزًا حَکِیۡمًا ﴿۱۶۵﴾

(یہ سارے کے سارے) رسول خوشخبری دینے والے اور ڈرانے والے تھے تاکہ اُن پیغمبروں کے (آنے کے) بعد لوگوں کے سامنے کوئی حجت یا عذر باقی نہ رہ جائے۔ اور اللہ تو ہے ہی بڑا زبردست غلبہ رکھنے والا اور دانائی کے ساتھ ٹھیک ٹھیک کام کرنے والا۔

انبیاء کے بھیجے جانے کا مقصد

خدا نے انبیاء کے بھیجنے کا ایک مقصد یہ بھی بتایا کہ " انبیاء کے ذریعے مخلوق پر خدا کی حجت تمام ہو جاتی ہے یعنی انبیاء کے آنے کے بعد لوگ اپنی ناواقفیت اور غفلت کا کوئی عذر نہیں پیش کر سکتے۔ یعنی خدا کے سامنے یہ نہیں کہہ سکتے کہ "ہمیں یہ معلوم ہی نہ تھا کہ تو ہمارا خالق ہے اور نہ ہمیں تیرے احکامات کا علم تھا۔ اگر ہمیں تیرے احکامات کا علم ہوتا تو ہم ضرور اُن کی تعمیل کرتے۔" انبیاء کے آنے کے بعد اب کوئی یہ عذر یا بہانہ پیش نہیں کر سکتا۔ کیونکہ اگر لوگ یہ عذر پیش کر دیتے تو پھر جزا اور سزا کا کوئی جواز ہی باقی نہ رہتا۔ اس لیے انبیاء کو خدا نے بھیجا تاکہ لوگوں

www.drhasanrizvi.org

کے پاس اللہ کے مقابلے میں کوئی دلیل باقی نہ رہے۔

٭———— (شاہ ولی اللہ و فصل الخطاب)

نتیجہ : علمِ کلام کے ماہرین نے اس آیت سے یہ نتیجے نکالے۔

(۱) خدا عادلِ حقیقی ہے، وہ ہرگز ظلم نہیں کرتا۔

(۲) حُسن و قُبح عقلی ہے۔ یعنی اِس بات سے قطع نظر کہ خدا کا حکم کیا ہے، خود اپنی جگہ کچھ باتیں اچھی ہیں اور کچھ باتیں بُری ہیں۔ اِسی لیے جن باتوں کو عقل اور ضمیر بُرا کہتا ہے وہی باتیں خدا نے بھی حرام کی ہیں۔ اِس لیے فارمولا بنایا گیا کہ:
"کُلّما حَکَمَ بِہِ العقلُ حَکَمَ بِہِ الشَّرع"۔ (جس بات کا عقل حکم دیتی ہے اُسی بات کا شریعت حکم دیتی ہے۔)

(۳) اِسی لیے خدا کے لیے بھی یہ کہا جا سکتا ہے کہ "اُس پر یہ بات واجب ہے"۔ خدا پر کسی بات کے واجب ہونے کا مطلب ہرگز یہ نہیں کہ کسی اور بڑی طاقت نے کوئی چیز (معاذ اللہ) خدا پر ضروری قرار دے دی ہے۔ بلکہ خدا پر کوئی چیز واجب ہونے کا مطلب یہ ہے کہ مثلاً عدل کرنا اس کے شانِ کمال کا تقاضا ہے۔ گویا جو چیز خدا پر واجب ہے، وہ خدا ہی کے کمال یا بے عیب ہونے کا منطقی تقاضا ہے۔ اور اِس طرح اُس نے خود اُس چیز کو اپنے اوپر واجب یا لازم کر لیا ہے۔ جیسا کہ خدا نے خود فرمایا کہ: "خدا نے اپنے اوپر رحمت کو واجب قرار دیا ہے"۔ کیونکہ رحم کرنا ہی اُس کی شانِ کمال کا تقاضا ہے۔ اور جس ذات نے اپنے اوپر رحم کرنے کو واجب قرار دے دیا ہے وہ

(باقی اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں)

www.drhasanrizvi.org

لٰكِنِ اللّٰهُ يَشْهَدُ بِمَآ اَنْزَلَ اِلَيْكَ اَنْزَلَهٗ بِعِلْمِهٖ ۚ وَالْمَلٰٓئِكَةُ يَشْهَدُوْنَ ۗ وَكَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا ۝ (۱۶۶)

خود خدا گواہی دیتا ہے کہ جو کچھ بھی اُس نے تم پر اُتارا ہے وہ اپنے علم سے اُتارا ہے۔ اس پر ملائکہ بھی گواہ ہیں اگرچہ اللہ کا گواہ ہونا ہی بہت کافی ہے۔

(پچھلے صفحے کا بقیہ) ہرگز ظلم نہیں کرے گا۔ (۴) اور کیونکہ کسی ضروری چیز کو جو کسی کی بڑائی کی شان کے مطابق ہو، ترک کرنا صرف دو وجہ سے ممکن ہوتا ہے۔ مجبوری یا ناواقفیت سے۔ اسی لیے آیت کے آخر میں خدا نے فرمایا کہ "وہ عزیز ہے" یعنی ہر چیز پر غالب اور زبردست ہے اور "حکیم ہے۔" یعنی دانائی کے ساتھ ہر کام ٹھیک کرنے والا ہے۔ (فصل الخطاب)

(آیت ۱۶۶) مطلب یہ ہے کہ وحی تو دیگر انبیاء پر بھی اُتری اور اسی طرح رسولِ خدا پر بھی وحی اُتری لیکن پچھلے انبیاء پر جو وحی اور کتابیں اُتریں وہ بحیثیت معجزۂ رسالت نہیں اُتری تھیں۔ اُن انبیاء کی نبوت کا ثبوت دوسرے معجزے ہوتے تھے۔ مگر ہمارے رسولؐ پر جو وحی بصورتِ قرآن اُتری وہ از خود معجزہ ہے۔ یعنی یہ کلام خود ہمارے رسولؐ کے رسولِ خدا ہونے کی دلیل ہے۔ اور ایسا کلام رسولؐ پر بھیجنا حقیقت میں خدا کا گواہی دینا ہے کہ یہ رسولؐ سچا ہے۔ اور کیونکہ جبرئیلؑ اور دوسرے فرشتوں کے ساتھ یہ کلام لے کر آئے تھے تو وہ بھی رسولؐ کی صداقت کے گواہ قرار پائے۔ مگر جبرئیلؑ یا فرشتے تو صرف ذریعہ تھے وحی لانے کا، اصل گواہی تو خدا کی تھی، اس لیے آخر میں فرمایا کہ "اللہ سے بڑھ کر کون گواہ ہوگا۔"

(ملخص از مجمع البیان، فصل الخطاب، موضح القرآن)

www.drhasanrizvi.org

اِنَّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا وَصَدُّوْا عَنْ سَبِیْلِ اللّٰہِ قَدْ ضَلُّوْا ضَلٰلًاۢ بَعِیْدًا ○ (١٦٧)

(١٦٧) بیشک جن لوگوں نے اِس بات کو ماننے سے اِنکار کیا اور دوسروں کو بھی خدا کے راستے پر آنے سے روکا، تو وہ یقیناً بڑی گمراہی میں (حق سے) بہت ہی دور نکل گئے۔

اگر عالم ہی مفسد ہو جائے تو پوری دنیا خراب ہو جائے گی

کیونکہ اہلِ کتاب کے علماء نے آسمانی کتابوں کو عام نہیں ہونے دیا تھا، بلکہ وہ کتابیں صرف اُن کے علماء کے پاس چھپی ہوا کرتی تھیں، اِس لیے اُن کے علماء کی یہ ذمّہ داری تھی کہ خود بھی رسولؐ پر ایمان لائیں اور اپنے عوام کو بھی حق بات بتائیں مگر اُنھوں نے بھی کُفر کا راستہ اختیار کیا اور حق کو چھپا کر دوسروں کا بھی راستہ روکا۔ (جلالین)

اور صرف راستہ روکا ہی نہیں بلکہ ایسی باتیں بھی کہیں جو گمراہ کرنے والی تھیں مثلاً: رسالت اولادِ ہارونؑ کے باہر نہیں جا سکتی۔ وغیرہ۔ (تبیان)

اِسی لیے جنابِ رسولِ خداؐ نے فرمایا ہے: "اِذَا فَسَدَ الْعَالِمُ فَسَدَ الْعَالَمُ" یعنی: "جب عالِم میں خرابی پیدا ہو جاتی ہے تو پوری دُنیا خراب ہو جاتی ہے۔" (الحدیث)

www.drhasanrizvi.org

إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا وَظَلَمُوا لَمْ يَكُنِ اللَّهُ لِيَغْفِرَ لَهُمْ وَلَا لِيَهْدِيَهُمْ طَرِيقًا ۝ (۱۶۸)

(۱۶۸) اسی طرح جن لوگوں نے انکار کیا اور پھر، ظلم وستم پر اتر آئے تو اللہ بھی انھیں ہرگز معاف نہ کریگا اور انھیں کوئی راستہ نہ دکھائے گا۔

إِلَّا طَرِيقَ جَهَنَّمَ خَالِدِينَ فِيهَا أَبَدًا ۚ وَكَانَ ذَٰلِكَ عَلَى اللَّهِ يَسِيرًا ۝ (۱۶۹)

(۱۶۹) سوائے جہنم کے راستے کے، جس میں وہ ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔ اور یہ کام اللہ کیلئے بہت ہی آسان ہے۔[۲]

جناب محمدؐ وآلِ محمدؐ پر ظلم کرنے والوں کو خداوندِ عالم معاف نہ کرے گا

[۱] حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ جناب رسولِ خداؐ نے فرمایا کہ "خدا کا فرمانا: "جن لوگوں نے ظلم کیا" سے (اوّلین) مراد وہ لوگ ہیں جنھوں نے محمدؐ وآلِ محمدؐ کے حقوق غصب کیے اور اُن پر ظلم کیے، ایسے لوگوں کو خدا معاف نہ کریگا۔" [صفحہ]

علماءِ یہود کا حضرت محمد مصطفےؐ کو رسولؐ جان کر اُن کا انکار کرنا کفر تو تھا ہی مگر ساتھ ساتھ اپنے عوام پر ظلم بھی تھا کہ اُن کو حق بات نہیں بتاتے تھے اور اس طرح اُن کو گمراہ کرتے تھے اور یہ ظلم وہ خود اپنے نفس پر بھی کر رہے تھے کہ خود کو جہنم کا مستحق بنا رہے تھے۔ (فصل الخطاب)

(آیۃ ۱۶۹) [۲] اسلام کا خدا مشرکین کے خداؤں (بتوں) کی طرح محدود وناقص قوتیں رکھنے والا نہیں۔ وہ مطلق الاختیار یا قادرِ مطلق ہے زبردست قوت والا ہے جو چاہتا ہے کرتا ہے۔

(صفحہ تفسیر صافی صہ ۱۲۷ بحوالہ تفسیر عیاشی)

www.drhasanrizvi.org

يَاَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَكُمُ (۱۷۰) اے انسانو! یہ رسولؐ تمہارے
الرَّسُوْلُ بِالْحَقِّ مِنْ رَّبِّكُمْ پاس تمہارے پالنے والے کی
فَاٰمِنُوْا خَيْرًا لَّكُمْ ؕ وَاِنْ طرف سے سچی بات لے کر آگیا ہے
تَكْفُرُوْا فَاِنَّ لِلّٰهِ مَا تو تم اُس کو مان لو' تو یہ خود تمہارے
فِى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ ہی لیے بہت اچھا ہوگا۔ [ف۲] اور اگر تم
وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ۝ انکار کرتے رہے تو پھر یہ بھی جان
لو کہ آسمانوں اور زمین میں، جو کچھ بھی ہے وہ سب کا سب اللہ
ہی کا ہے۔ [ف۳] اور اللہ تو سب کچھ ہی جاننے والا ہے اور بالکل ٹھیک ٹھیک
کام کرنے والا ہے۔

محققین نے نتیجے نکالے کہ (ف۱) جناب رسولِ خداؐ کا پیغام صرف عربوں کے لیے نہ تھا بلکہ تمام انسانوں کے لیے تھا کیونکہ خدا نے "اے انسانو!" کہہ کر کلام کی ابتداء فرمائی ہے۔ (ف۲) جس طرح اللہ کو اللہ ماننے سے اللہ کو کوئی فائدہ نہیں پہنچتا' اُسی طرح رسولِ خداؐ کو رسولِ خداؐ ماننے سے رسولِ خداؐ کو کوئی فائدہ نہیں ہوتا' بلکہ ماننے والوں کو جہنم سے نجات اور جنت ملنے کا فائدہ ہوتا ہے۔ (ف۳) اور کافروں کے انکار کرنے سے بھی خدا اور رسولؐ کا کچھ نہیں بگڑتا کیونکہ خدا کے قبضے میں تو ساری کائنات ہے تمہارے ماننے نہ ماننے سے اُس پر کیا فرق پڑتا ہے؟ (تبیان، فصل الخطاب، قرطبی، روح، تفسیر کبیر)

www.drhasanrizvi.org

يٰۤاَهۡلَ الۡكِتٰبِ لَا تَغۡلُوۡا (۱۷۱) اے اہلِ کتاب! اپنے مذہب میں "غلو"
فِىۡ دِيۡـنِكُمۡ وَلَا تَقُوۡلُوۡا عَلَى | نہ کرو اور اللہ کی طرف سوا سچ بات کے
اللّٰهِ اِلَّا الۡحَـقَّ‌ؕ اِنَّمَا الۡمَسِيۡحُ | کچھ اور منسوب نہ کرو۔ مریم کے بیٹے
عِيۡسَى ابۡنُ مَرۡيَمَ رَسُوۡلُ | عیسیٰ مسیح تو بس اللہ کے پیغمبر اور اُس
اللّٰهِ وَكَلِمَتُهٗ‌ ۚ اَلۡقٰٮهَاۤ | کا کلمہ ہیں۔ جسے خدا نے مریم کی طرف
اِلٰى مَرۡيَمَ وَرُوۡحٌ مِّنۡهُ‌ | بھیجا تھا، وہ اللہ کی طرف سے ایک
فَاٰمِنُوۡا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ‌ ۚ | روح ہیں۔ لہٰذا تم اللہ اور اُس کے
وَلَا تَقُوۡلُوۡا ثَلٰثَةٌ‌ ؕ اِنۡتَهُوۡا | رسولوں کو مانو اور یہ نہ کہو کہ خدا تین ہیں۔
خَيۡرًا لَّـكُمۡ‌ ؕ اِنَّمَا اللّٰهُ اِلٰـهٌ | اِس بات سے باز آجاؤ یہی تمہارے لیے
وَّاحِدٌ‌ ؕ سُبۡحٰنَهٗۤ اَنۡ يَّكُوۡنَ | بہتر ہے۔ اللہ تو بس ایک اکیلا خدا ہے۔
لَهٗ وَلَدٌ‌ ۘ لَهٗ مَا فِى | وہ اِس بات سے پاک اور بہت بلند
السَّمٰوٰتِ وَمَا فِى الۡاَرۡضِ‌ ؕ | ہے کہ اُس کا کوئی بیٹا ہو، جو کچھ بھی کہ
وَكَفٰى بِاللّٰهِ وَكِيۡلًا ۱۷۱ | آسمانوں میں ہے اور جو کچھ بھی کہ زمین میں ہے
سب کا سب اُسی کا تو ہے اور خدا سب کی خبر گیری، کفالت اور کارسازی
کے لیے بہت کافی ہے۔

روح کیا ہے: حضرت امام جعفر صادق علیہ السّلام سے **روح** کے بارے میں پوچھا گیا تو

www.drhasanrizvi.org

فرمایا: "روح اللہ کی ایک مخلوق ہے جسے اللہ نے حضرت آدمؑ اور حضرت عیسٰیؑ کے اندر پھونکا تھا۔" (تفسیر صافی ص۱۲۷ بحوالہ کافی)

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت ہے کہ جناب رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: "دو روحیں ایسی ہیں جن کو اللہ نے پیدا کرکے منتخب کرلیا اور انھیں مصطفٰی قرار دیا۔ وہ (۱) حضرت آدمؑ (۲) اور حضرت عیسٰیؑ ہیں۔" (التوحید)

یاد رہے کہ حضرت آدمؑ اور حضرت عیسٰیؑ کو جو روحیں عطا ہوئیں وہ جُزوی تھیں۔ کیونکہ خدا نے یہی فرمایا ہے کہ "میں نے اُن میں اپنی روح میں سے کچھ پھونکا۔" جبکہ جناب رسولِ خدا کے لیے خدا نے ارشاد فرمایا کہ: "اے رسولؐ! ہم نے آپؐ کی طرف عالمِ امری سے ایک روح وحی کی۔" کیونکہ جناب رسولِ خداؐ عالمِ امری کی ساری روح کے حامل ہیں اِس لیے اُن کو تمام عالمِ امری اور عالمِ روحانی و مادّی و عنصری پر پورا پورا تصرّف حاصل ہے۔ جبکہ حضرت آدمؑ اور حضرت عیسٰیؑ میں ذراسی روح تھی اس لیے وہ جُزوی نبیؑ تھے یعنی مخصوص قوم کے لیے نبیؑ تھے۔ اور اِسی لیے حضرت آدمؑ صرف زمین پر خدا کے خلیفہ تھے۔ عالمِ امری اور عالمِ روحی پر نہ تھے اور اِسی وجہ سے حضرت عیسٰیؑ کو بار بار پرندوں یا انسانوں میں رُوح پھونکنے کے لیے خدا کی خصوصی اجازت کی ضرورت ہوتی تھی اور اسی لیے حضرت عیسٰیؑ نے فرمایا تھا کہ "میں پرندے کی شکل بنا سکتا ہوں۔" یہ نہ فرمایا کہ "میں پرندہ بنا سکتا ہوں۔" اور اسی وجہ سے حضرت موسٰیؑ اور حضرت عیسٰیؑ صرف بنی اسرائیل کے لیے رسولؑ تھے۔ جبکہ حضرت محمد مصطفٰیؐ عالمین کے لیے رسول تھے۔ خدا نے فرمایا: "وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ" یعنی ہم نے آپؐ کو عالمین کے لیے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔" (القرآن المبین)

www.drhasanrizvi.org

حضرت عیسیٰؑ کے بارے میں عیسائیوں کے عقائد کی تصدیق و تکذیب از روئے قرآن

"غُلُوّ" کے معنی کسی کا درجہ جوشِ عقیدت میں حد سے بڑھا دینا ہوتا ہے۔ (تبیان)

عیسائیوں نے حضرت عیسیٰؑ کے ساتھ غُلو کیا کہ اُن کو خدا یا خدا کا بیٹا کہنے لگے۔

قرآن نے حضرت عیسےٰؑ کے بارے میں درجِ ذیل باتوں کی تصدیق کی :

(۱) وہ حضرت مریمؑ کے بیٹے ہیں اور ان کا کوئی باپ نہیں۔

(۲) وہ مسیح ہیں اور یہ لقب اُن کے لیے خاص ہے۔

(۳) وہ اللہ کے رسولؐ ہیں اور جس طرح تمام انبیاءؑ پر ایمان لانا ضروری ہے اُسی طرح اُن پر بھی ایمان لانا ضروری ہے۔

(۴) وہ "روح اللہ" ہیں اور اُن کی روح کو اللہ سے نسبت دینا اللہ سے اُن کا قرب بتانے کے لیے ہے۔ گویا یہ اضافت' اضافتِ تشریفی ہے۔ جیسے بیت اللہ

(۵) حضرت عیسیٰؑ خدا کے ساتھی، بیٹے یا تین خداؤں میں سے ایک نہیں ہیں۔ اِسی بات کو اِس طرح کہا: سُبۡحٰنَهٗۤ اَنۡ یَّكُوۡنَ لَهٗ وَلَدًا یعنی یہ خدا کی شان کے خلاف ہے کہ کسی کو بیٹا بنائے اور اُس کو اِس کی ضرورت اِس لیے بھی نہیں کہ جو کچھ بھی کائنات میں ہے سب اُس کی ملکیت ہے۔ اب یہ کہنا کہ حضرت عیسیٰؑ رتبے کے اعتبار سے خدا کے بیٹے ہیں۔ کیونکہ خدا باپ کی طرح اُن کا پالنے والا ہے۔ تو یہ

www.drhasanrizvi.org

بات تو سب کے لیے یکساں ہے۔ خدا ساری کائنات کا مُربّی ہے۔ البتہ یہ کہنا کہ عیسیٰؑ خدا کے رسول ہیں، یقیناً اُن کی خصوصیت اور عظمت ہے۔

(۶) آخر میں خدا کا یہ فرمانا کہ: "اللہ کام بنانے کے لیے بہت کافی ہے" شاید یہ بتانے کے لیے بھی ہے کہ تمھارا یہ سمجھنا غلط ہے کہ خدا نے کائنات کا انتظام چلانے کے لیے حضرت عیسیٰؑ کو اپنا بیٹا بنا کر اپنا شریک کر لیا ہے۔ کیونکہ خدا کی قدرت ناقص نہیں، اِس لیے اُس کو کسی شریکِ کار کی ضرورت نہیں۔ وہ اکیلا تمام کاموں کے لیے بہت کافی ہے۔ "اُس کو پیش کار کی حاجت نہیں"۔

(ملخص از موضح القرآن و فصل الخطاب)

یہودیوں کا غُلو احکامِ ظاہری پر بے حد زور دینا تھا اور مسائلِ باطنی کی طرف سے بے پروائی کرنا تھا اور

عیسائیوں کا غُلو مسائلِ باطن میں تعمق اور احکامِ ظاہری کی طرف سے بے پروائی کرنا تھا۔ حق یہ ہے کہ ظاہر و باطن دونوں کو جمع کیا جاتا ــــــ (تھانوی)

حضرت عیسیٰؑ کا کلمۂ خدا ہونے کا مطلب یہ ہے کہ حضرت عیسیٰؑ کی تخلیق اللہ کے حکم کے ایک کلمے کے ذریعے ہوئی تھی ــــــ (بقول ابنِ عباسؓ از تفسیر کبیر، قرطبی، روح، معالم، ابنِ کثیر۔ اور راغب)

"روح اللہ" کا مطلب یہ ہے کہ حضرت عیسیٰؑ اللہ کی بنائی ہوئی روح ہیں۔ اور حضرت عیسیٰؑ کی روح کو خدا نے اپنی طرف اِس لیے نسبت دی تاکہ اُن کا شرف اور عظمت ظاہر ہو جیسے کعبہ کو بیت اللہ کہا گیا ــــــ (تفسیر کبیر۔ ابنِ کثیر۔ معالم، جصّاص)

www.drhasanrizvi.org

لَنْ یَّسْتَنْكِفَ الْمَسِیْحُ اَنْ یَّكُوْنَ عَبْدًا لِّلّٰهِ وَلَا الْمَلٰٓئِكَةُ الْمُقَرَّبُوْنَ ؕ وَمَنْ یَّسْتَنْكِفْ عَنْ عِبَادَتِهٖ وَیَسْتَكْبِرْ فَسَیَحْشُرُهُمْ اِلَیْهِ جَمِیْعًا (۱۷۲)

(۱۷۲) مسیح تو کبھی اپنے لیے اِس بات کو عیب نہیں سمجھیں گے کہ وہ خدا کے ایک بندے ہوں۔ اور نہ ہی مقرب ترین فرشتے اِس بات کو اپنے لیے ذلّت یا عیب سمجھیں گے۔ اگر کوئی شخص اللہ کی بندگی کو اپنے لیے ذلّت سمجھتا ہے، اور تکبّر کرتا ہے تو بہت جلدی خدا اُن سب کو گھیر کر اپنے سامنے حاضر کر دے گا۔

انسان کی فضیلت خدا کا فرمانبردار عبد ہونے میں ہے

محققین نے لکھا کہ خدا نے حضرت عیسیٰؑ کو اللہ کا بندہ فرمایا۔ اس سے معلوم ہوا کہ خدا کا بندہ ہونا وہ شرف اور وہ فضیلت ہے کہ جو اِس قابل ہے کہ اُس پر فخر کیا جائے۔ روایت ہے کہ نجران کے عیسائی جناب رسول خداؐ کے پاس آئے اور اُنھوں نے کہا کہ آپ ہمارے آقا پر عیب کیوں لگاتے ہیں؟ آنحضرتؐ نے پوچھا: میں کیا عیب لگاتا ہوں؟ اُنھوں نے کہا کہ آپ حضرت عیسیٰؑ کو خدا کا بندہ کہتے ہیں۔ جناب رسول خداؐ نے فرمایا: "بیشک۔ حضرت عیسیٰؑ اِس بات کو اپنے لیے عار یا ذلّت ہرگز نہ سمجھیں گے کہ وہ اللہ کے بندے کہے جائیں۔" اِسی بات پر یہ آیت نازل ہوئی۔ (تفسیر صافی ص ۱۲۷)

انسان، جنّ اور فرشتوں کی عظمت خدا ہونے میں نہیں، بلکہ خدا کے بندے ہونے میں ہے۔ اس لیے کہ تمام مراتب اور شرف میں عبدیّت کا مرتبہ سب سے اعلیٰ ہے۔ (ماجدی۔ تھانوی)

فَاَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَيُوَفِّيْهِمْ اُجُوْرَهُمْ وَيَزِيْدُهُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ ۚ وَاَمَّا الَّذِيْنَ اسْتَنْكَفُوْا وَاسْتَكْبَرُوْا فَيُعَذِّبُهُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا ۙ وَّلَا يَجِدُوْنَ لَهُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلِيًّا وَّلَا نَصِيْرًا ۝

(۱۷۳) پھر جنھوں نے ایمان لاکر نیک عملی (کی زندگی) اختیار کی ہوگی، اُنھیں خدا اُن کا پورا پورا اجر دے گا اور اُنھیں اپنے فضل و کرم سے اور بہت زیادہ بھی عطا فرمائے گا۔ اور جن لوگوں نے خدا کی بندگی کو اپنے لیے ذلّت سمجھا اور تکبّر کیا، اُن کو خدا بڑی ہی تکلیف دینے والی سزا دے گا۔ اور وہ وہاں اللہ کے سوا نہ تو کسی کو اپنا دوست یا سرپرست پائیں گے اور نہ وہاں اُن کا مددگار ہی ہوگا۔

يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَكُمْ بُرْهَانٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَاَنْزَلْنَاۤ اِلَيْكُمْ نُوْرًا مُّبِيْنًا ۝

(۱۷۴) اے اِنسانو! تمھارے پالنے والے کی طرف سے تمھارے پاس کھلا ہوا ثبوت (قرآن) آگیا ہے اور ہم نے تمھاری طرف ایک چمکتی ہوئی [illegible] اُتارا ہے۔

اِس آیت میں نور سے مراد ؟

حضرت امام جعفر صادقؑ سے روایت ہے کہ جناب

(باقی اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں)

www.drhasanrizvi.org

(بقیہ پچھلے صفحہ کا)

رسولِ خدا ؐ نے ارشاد فرمایا کہ: "یہاں "نور" یعنی روشنی سے مراد علیؑ کی ولایت ہے۔

(مجمع البیان و تفسیر صافی ص۱۲۷ بحوالہ تفسیر عیاشی و تفسیر قمی)

البتہ دیگر مفسرین نے "بُرھان" سے مراد جناب رسولِ خدا ؐ اور نور سے مراد قرآن لیا ہے۔ کچھ مفسرین نے بُرھان سے مراد معجزات اور نور سے مراد قرآن لیا ہے۔

غرض آیت کا مفہوم یہ ہے کہ تمہارے پاس عقلی دلائل اور نقلی شواہد آچکے اس لیے اب تم خدا کے سامنے کوئی عذر نہیں پیش کرسکتے۔ (تفسیر صافی ص۱۲۷)

غرض اس آیت میں جناب محمد مصطفےٰ ؐ کی رسالت پر ایمان لانے کی نہایت ہی مؤثر انداز میں دعوت دی گئی ہے کہ ذرا آنکھیں کھول کر تو دیکھو کہ اُن کے حق ہونے کی تجلیاں کتنی روشن اور اُن کی رسالت کے دلائل کتنے مضبوط ہیں۔

(تفسیر تبیان و فصل الخطاب)

عام مفسرین نے لکھا کہ "بُرھان" سے مراد جناب رسولِ خدا ؐ کی ذات ہے۔

(بقول ابنِ عباسؓ از قرطبی۔ بحر)

اِس سلسلے میں خدا کا تمام انسانوں سے خطاب فرمانا بتاتا ہے کہ جناب محمد مصطفےٰ ؐ کی رسالت تمام عالمِ انسانیت کے لیے ہے۔ (ابن جریر، ابنِ کثیر، روح المعانی)

اور خدا نے قرآن کو "نورِ مبین" "کھلی ہوئی روشنی" اس لیے کہا کہ قرآن میں ہر چھوٹے بڑے، انفرادی، اجتماعی مسائل کا حل موجود ہے۔ (بقول حسن بصری از قرطبی و روح المعانی)

www.drhasanrizvi.org

فَاَمَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ (۱۷۵) اب جن لوگوں نے اللہ کی بات کو
وَاعْتَصَمُوْا بِهٖ فَسَیُدْخِلُهُمْ مان لیا اور اُسے مضبوطی کے ساتھ
فِیْ رَحْمَةٍ مِّنْهُ وَفَضْلٍ تھام لیا تو اللہ ان کو اپنی رحمت
وَّیَهْدِیْهِمْ اِلَیْهِ صِرَاطًا اور اپنے فضل وکرم میں ضرور داخل
مُّسْتَقِیْمًا ؕ (۱۷۵) کرے گا۔ اور اُنھیں اپنی طرف آنے کا
سیدھا راستہ دکھا دے گا۔ [۱]

اطاعتِ خدا ذریعہ ہے توفیقِ خدا کا

[۱] اور خدا کا فرمانا کہ " خدا اُسے سیدھے راستے پر لگا دے گا "

یعنی اپنی خاص توفیقات اُس کے شاملِ حال کردے گا۔ جو نتیجہ ہوگا اُس کی اپنی حق طلبی اور صحیح طریقۂ کار اختیار کرنے کا۔ جیسا کہ دوسری جگہ خدا نے فرمایا ہے کہ " جو لوگ ہماری راہ میں سخت جدوجہد کرتے ہیں تو ہم خود اُن کو اپنا راستہ دکھا دیتے ہیں۔ " (تفسیر تبیان)

" خدا اُن کو سیدھا راستہ دکھا دے گا " کا مطلب یہ ہے کہ مومنین کو اطاعتِ خدا کرنے کی وجہ سے اِس بات کی توفیق عطا کی جائے گی کہ وہ ہمیشہ خدا کی اطاعت پر ثابت قدم رہیں اور مزید اطاعتیں انجام دیں اور ایسے اعلیٰ اور اچھے کام کریں جس کی وجہ سے اُن کو خدا کی رضامندی اور زیادہ حاصل ہو۔ (بقول ابن عباسؓ)

اس بیان سے یہ بھی معلوم ہوگیا کہ جو ایمان اور عملِ صالح انجام نہ دیں گے اُن کو یہ توفیقات حاصل نہ ہونگی۔ (تھانوی)

www.drhasanrizvi.org

(۱۷۶) يَسْتَفْتُونَكَ ۖ قُلِ اللّٰهُ يُفْتِيكُمْ
فِي الْكَلٰلَةِ ۚ إِنِ امْرُؤٌا هَلَكَ
لَيْسَ لَهُۥ وَلَدٌ وَلَهُۥٓ أُخْتٌ
فَلَهَا نِصْفُ مَا تَرَكَ ۚ وَهُوَ
يَرِثُهَآ إِن لَّمْ يَكُن لَّهَا
وَلَدٌ ۚ فَإِن كَانَتَا اثْنَتَيْنِ
فَلَهُمَا الثُّلُثٰنِ مِمَّا تَرَكَ ۚ
وَإِن كَانُوٓا إِخْوَةً رِّجَالًا وَنِسَآءً
فَلِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنثَيَيْنِ ۗ
يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ أَن تَضِلُّوا ۗ
وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ ۝ ۱۷۶ ع

لوگ آپؐ سے خدا کا حکم شرعی
دریافت کرتے ہیں۔ کہو اللہ تمھیں
بھائی بہن کے بارے میں شرعی حکم
بتاتا ہے کہ اگر کوئی شخص بے اولاد
مرجائے، اور اُس کی ایک ہی بہن
ہو تو وہ اُس کے ترکہ میں سے آدھا
حصّہ پائے گی اور اگر بہن بے اولاد
مرے تو بھائی اُس کا پورا وارث
ہوگا۔ اب اگر دو بہنیں ہوں تو انھیں
ترکہ میں سے دو تہائی حصّہ ملے گا۔
اور اگر (وارث) کئی بھائی بہنیں ہوں،
تو مرد کو دو عورتوں کے برابر حصّہ ملے گا۔ اللہ تمھارے لیے صاف صاف
(احکامات) بیان کرتا ہے تاکہ تم بھٹکتے نہ پھرو اور اللہ تو ہر چیز کا جاننے والا ہے۔

بھائی بہن کے ترکہ وراثت کے احکام

"کُلالہ" مرنے والے کی اُس بہن کو کہتے ہیں جو مرنے والے کے بعد
زندہ رہے، اور مرنے والے کی کوئی اولاد نہ ہو۔ اور نہ اُس کے ماں باپ زندہ ہوں۔

(باقی اگلے صفحے پر ملاحظ فرمائیں)

www.drhasanrizvi.org

(پچھلے صفحے کا بقیہ)

حضرت جابر ابن عبداللہ رضؓ ایک دفعہ بیمار ہوئے تو جناب رسولِ خداؐ اُن کے پاس تشریف لائے اُنھوں نے پوچھا کہ میرا ایک کلالہ ہے۔ اِس لیے میں اپنے مال کو کس طرح تقسیم کروں ؟ اسی کے جواب میں یہ آیت اُتری۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ یہاں بہن کا لفظ عام ہے چاہے وہ ماں باپ دونوں کی طرف سے ہو (یعنی چاہے وہ حقیقی بہن ہو) یا صرف باپ کی طرف سے ہو۔ (جسے سوتیلی بہن کہا جاتا ہے)

(تفسیرِ صافی ص ۱۲۷)

آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ اگر کلالہ ایک ہے تو اُس کو چھٹا حصّہ ملے گا اور اگر ایک سے زیادہ ہے تو اُنھیں تہائی حصّہ دیا جائے گا۔ لیکن اہلِ سنّت کے علماء نے اِس آیت کی تفسیر بڑے اُلجھے ہوئے انداز میں کی ہے۔

(ملاحظہ فرمائیں تفسیر جلالین اور فتح الرحمٰن)

نتیجہ: محقّقین نے نتیجہ نکالا کہ احکامِ فقہ کے مآخذ بننے کے لیے قرآن اکیلا اُتارا ہی نہیں گیا ہے اس لیے تنہا قرآن اسلام کی مکمل تعلیمات پہنچانے کے لیے کافی نہیں۔ (فصل الخطاب)

⁂ ⁂ ⁂

www.drhasanrizvi.org

(رکوعاتھا ۱۶) سُورَةُ المَآئِدَة مَدَنِيَّةٌ (ایاتھا ۱۲۰)

یعنی آسمان سے اُترنے والے دسترخوان کا سورہ

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ ۝

اللہ کے نام کی مدد سے (شروع کرتا ہوں) جو سب کو فیض پہنچانے والا، بڑا رحم کرنے والا ہے۔

يَاأَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَوْفُوْا (۱) بِالْعُقُوْدِ ۭ اُحِلَّتْ لَكُمْ بَهِيْمَةُ الْاَنْعَامِ اِلَّا مَا يُتْلٰى عَلَيْكُمْ غَيْرَ مُحِلِّي الصَّيْدِ وَاَنْتُمْ حُرُمٌ ۭ اِنَّ اللّٰهَ يَحْكُمُ مَا يُرِيْدُ ۝ (۱)

اے ایمان لانے والو! خدا کی مقرّر کی ہوئی پابندیوں اور معاہدوں کو پورا کرو۔ تمہارے چار پاؤں والے (چرنے والے) مویشی عموماً حلال ہیں۔ سوا اُن کے جو آگے چل کر تم کو بتائے جائیں گے لیکن احرام کی حالت میں شکار کرنے کو اپنے لیے حلال نہ سمجھنا۔ بیشک اللہ جو چاہتا ہے حکم دیتا ہے۔

معاہدوں کی تاکید اور مویشیوں کی حلّت

حضرت امام جعفر صادقؑ سے روایت ہے، کہ

www.drhasanrizvi.org

جنابِ رسولِ خداؐ نے فرمایا کہ یہاں "عقود" سے مراد "عھود" یعنی عہد ہیں۔ اور وفا کے معنی "پکّے عہد و پیمان" کے ہیں۔ اِس میں وہ عہد بھی شامل ہیں جو اللہ نے اپنے بندوں پر لازم کیے ہیں۔ مثلاً خدا پر ایمان لانا۔ خدا کے رسولوںؑ، فرشتوں اور رسولوںؑ کے اوصیا، پر ایمان لانا۔ خدا کے حلال کیے ہوئے کو حلال اور خدا کے حرام کیے ہوئے کو حرام جاننا۔ خدا کے مقرّر کیے ہوئے فرائض، سُنن، حدود، اوامر، نواہی کا لحاظ رکھنا، مومنین کی امانتوں اور حقوق کا ادا کرنا۔" (تفسیر صافی صہ ۱۲۷)

حضرت امام محمّد باقر علیہ السّلام سے روایت ہے کہ جنابِ رسولِ خداؐ نے فرمایا کہ "یہاں چَرائے جانے والے مویشیوں سے مراد مویشیوں کا وہ بچّہ بھی ہے کہ جو اپنی ماں کے پیٹ میں ہو اور اُس پر بال اور اُون پیدا ہو گئے ہوں۔ تو اُس کی ماں کا ذبح کرنا ہی اُس بچّے کو پاک کر دیتا ہے لیکن اگر اُس کی خِلقت پوری نہ ہوئی ہو تو اُس کو نہ کھائیں۔"

(تفسیرِ صافی صہ ۱۲۸ بحوالہ کافی، التہذیب، من لایحضرہ الفقیہ، تفسیر عیاشی، تفسیر قمی)

حضرت علی ابنِ ابی طالبؑ علیہ السّلام سے ہاتھی، ریچھ اور بندر کے گوشت کھانے کے بارے میں پوچھا گیا تو آپؑ نے فرمایا: "یہ اُن مویشیوں میں داخل نہیں۔" (تفسیر عیاشی)

اِس میں وہ معاہدہ بھی شامل ہے جو بندوں کا اللہ کے ساتھ اِس حیثیت سے ہے کہ ہم خدا کی مخلوق ہیں اور اُسکے بندے ہیں۔ اِس معاہدے کے تحت ہماری بندگی کا تقاضا یہ ہے کہ ہم ہر معاملے میں خدا کے احکام کی پابندی کریں۔ (جلالین)

www.drhasanrizvi.org

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُحِلُّوْا شَعَآئِرَ اللّٰهِ وَلَا الشَّهْرَ الْحَرَامَ وَلَا الْهَدْيَ وَلَا الْقَلَآئِدَ وَلَآ اٰمِّيْنَ الْبَيْتَ الْحَرَامَ يَبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنْ رَّبِّهِمْ وَرِضْوَانًا ۭ وَاِذَا حَلَلْتُمْ فَاصْطَادُوْا ۭ وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ اَنْ صَدُّوْكُمْ عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اَنْ تَعْتَدُوْا ۘ وَتَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى ۠ وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَى الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ ۠ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ۝ (٢)

اے ایمان لانے والو! خدا پرستی کی نشانیوں کی حُرمت اور عزت برباد نہ کرو[1] اور نہ محترم مہینے کی اور نہ قربانی کے جانوروں کی، اور نہ اُن جانوروں کی حُرمت برباد کرو جن کی گردنوں میں نذرِ خداوندی کی نشانی کے طور پر پٹے پڑے ہوئے ہوں۔ اور نہ اُن لوگوں کی حُرمت کو برباد کرو جو مقدس گھر کی طرف اپنے مالک کے فضل وکرم اور اُس کی خوشنودی حاصل کرنے کی طلب میں آرہے ہوں۔ ہاں جب تم حرم سے باہر نکل جاؤ تو پھر شکار کر سکتے ہو۔ اور کسی قوم کی دشمنی پر کہ اُنھوں نے تم کو مسجدِ حرام میں داخل ہونے سے کیوں روکا تھا، تم کو اس بات پر آمادہ نہ کرے کہ تم اُن کے ساتھ زیادتی کرنے لگو۔ ایک دوسرے کے ساتھ نیکی اور بُرائیوں سے بچنے بچانے میں مدد کرو لیکن گناہ اور زیادتی کے کاموں میں ایک دوسرے کی مدد نہ کرو۔ اور اللہ کے غصّے سے بچو۔ یقیناً اللہ بڑی سخت سزا دینے والا ہے۔

---

[1] "شعائر اللہ" کے معنی اللہ کی نشانیاں۔ (تفسیر جلالین) یعنی نشانہائے خدا (شاہ ولی اللہ)

www.drhasanrizvi.org

اس میں ہر وہ چیز شامل ہے جو خدا سے نسبت رکھتی ہے ،

اہلِ لغت نے لکھا کہ شعائر ، مشعرۃ کی جمع ہے جس کے معنی وہ نشانی ہے جو اُس چیز کو بتائے جس کے لیے وہ نشانی مقرر کی گئی ہو ۔ مطلب یہ ہے کہ تم جانوروں کے لیے کوئی ایسی نشانی مقرر کرو جس سے پتہ چل جائے کہ وہ قربانی کے جانور (ھَدْیَ) ہیں

یہ بھی کہا گیا کہ " شعائر " مناسک حج کی تمام علامات کو کہتے ہیں جن میں صفا اور مروہ اور اُن کے درمیان دوڑنا (سعی) بھی شامل ہے ۔ اس لیے کہ یہ کسی نہ کسی واقعے کی اور تعلیمات کی نشانیاں ہیں ۔

یہ بھی کہا گیا کہ " شعائر " سے اللہ کے دین کے تمام نشانات اور علامتیں مراد ہیں ۔ یعنی دین ، دینی فرائض وغیرہ ۔ (احکام القرآن جلد ۲ صـ ۳۶۶)

شاہ عبدالعزیز نے لکھا کہ " شعائر ، شعیرۃ کی جمع ہے ۔ اس کے معنی علامت ہیں اور شعائر اللہ یعنی اللہ کی علامتوں میں دین ، دین کی تعلیمات ، فرائض ، دینی مکانات جیسے مسجد مدرسہ ، اوقاتِ عبادت ، کعبہ ، مزدلفہ ، صفا ، مروہ ، منیٰ ، رمضان ، محرم مہینے ، عید الفطر ، بقرعید ، روزِ جمعہ ، ایامِ تشریق ، اذان ، اقامت ، نماز ، ختنہ ، نمازِ جماعت ، نماز جمعہ ، نمازِ عیدین شامل ہیں ۔ یہ سب دین کی علامتیں ہیں ۔ (تفسیر فتح العزیز صـ ۵۶۹)

محققین نے لکھا کہ اس سے ثابت ہوا کہ ہر وہ چیز جس سے خدا کی یاد تازہ ہو ، یا خدا کے پسندیدہ انسانوں جیسے انبیاء اور اولیاء کی یاد تازہ ہو ، وہ سب شعائر اللہ ہیں اور اُن کا احترام واجب ہے ۔

www.drhasanrizvi.org

اِسی لیے وہ علامتیں جو حضرت امام حسین علیہ السلام کی قربانی کو یاد دلائیں۔ مثلاً ذوالجناح، عَلَم، تابوت وغیرہ بھی شعائر اللہ میں داخل ہیں اگر حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی قربانی کی یادگاریں مسلّمہ طور پر شعائر اللہ میں شامل ہیں، تو جس قربانی کو خدا نے "ذِبحِ عظیم" فرمایا ہے، اُس کی علامتیں بدرجۂ اولیٰ شعائر اللہ میں داخل ہوں گی۔ اس لیے کہ اُن کو دیکھ کر اللہ کے لیے قربانی دینے کا جذبہ بیدار ہوتا ہے جو ایمان کی روح اور حقیقت ہے۔ بقول اقبالؔ

؎ شہادت ہے مطلوب و مقصودِ مومن
نہ مالِ غنیمت، نہ کشور کشائی

؎ نکل کر خانقاہوں سے ادا کر رسمِ شبیّری
کہ رسمِ خانقاہی ہے فقط اندوہ و دلگیری

؎ تیغ و سنان و خنجر و شمشیرم آرزوست
با من میا کہ مسلکِ شبیّرم آرزوست

(یعنی، میری تمنّا تو یہ ہے کہ خدا کی محبّت میں تلواریں اور سنان و خنجر کھاؤں۔ اس لیے تو میرے ساتھ مت آ، کیونکہ میری تمنّا تو یہ ہے کہ شبیّر کے راستے پر چلوں)

ڈاکٹر اقبالؔ

www.drhasanrizvi.org

ڈاکٹر اقبالؔ نے حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی قربانی کو ابتداء، اور حضرت امام حسین علیہ السلام کی قربانی کو انتہا قرار دیا ہے : ملاحظہ فرمائیں:

عَلَم و تابوت و ذوالجناح کی شبیہیں شعائراللہ میں داخل ہیں۔

غریب و سادہ و رنگیں ہے داستانِ حرم
نہایت اس کی حسینؑ ابتداء ہیں اسمٰعیلؑ (اقبالؔ)

اسی طرح ائمۂ اہلِ بیتؑ کے مزارات اور اُن کی شبیہیں یا ذریحیں بھی بدرجۂ اولیٰ یقیناً شعائراللہ میں داخل ہیں۔ (القرآن المبین)

جناب آلِ رضاؔ نے کربلائے معلّٰی میں حضرت امام حسین علیہ السلام کی ذریحِ مبارک سے دو قدم فاصلے پر کھڑے ہو کر ایک فی البدیہہ مرثیہ کہا، جس کا ایک مصرعہ ہے:

ع کتنی قریب رحمتِ پروردگار ہے

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: "جس نے کربلا میں امام حسین علیہ السلام کی ذریحِ اقدس کی زیارت کی، اُس نے گویا خداوندِ عالم کو عرش پر جلوہ گر دیکھا"

(مفاتیح الجنان)

اِس کا فلسفہ مرزا غالبؔ نے ایک شعر میں نظم فرما دیا:

ے غالب ندیمِ دوست سے آتی ہے بوئے دوست
مشغولِ حق ہوں بندگیٔ بوترابؑ میں

غرض اِس آیت کا پیغام یہ ہے کہ قربانی کے جانوروں کا احترام کرو اس لیے کہ وہ خدا سے نسبت رکھتے ہیں۔ اِس سے نسبت کی اہمیت بھی ثابت ہوگئی اور یہ بات بھی

(باقی اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں)

www.drhasanrizvi.org

(پچھلے صفحے کا بقیہ)

ثابت ہو گئی کہ جب خدا کی راہ میں قربان ہونے والے جانور تک قابلِ احترام ہیں تو وہ انسان جو خدا کی راہ میں اپنا سب کچھ لٹا دیں، اُن کا ذکر کرنا شعائرِ خدا کو یاد کرنا ہوگا۔ (فصل الخطاب)

اسی لیے جنابِ رسولِ خداؐ نے فرمایا: "علیؑ کا ذکر عبادت ہے" (الحدیث)

آیت کے پیغامات اور تعلیمات

(۱) کہ اِن چار محترم مہینوں میں جنگ کی ابتداء نہ کرو۔ یہ جنگجو ذہنیت کو توڑنے کی ابتدائی کارروائی ہے۔ (۲) "ھَدْی" کا لفظ اُن قربانیوں کے لیے مخصوص ہے جو کعبہ لے جائی جاتی ہیں۔ (مدرک)

اُن قربانیوں کے جانوروں کا بھی احترام کیا جائے کیونکہ یہ اللہ کی نذر ہیں جو حرم میں ذبح ہوں گے۔

(۳) محققین نے نتیجہ نکالا کہ تبرکات کی تعظیم اِس لیے کرنا ضروری ہے کہ اُن کا اللہ سے تعلق ہے۔ (تھانوی) (۴) رضائے خدا کا طلبگار قابلِ رعایت ہے۔

(۵) "فضل" سے مراد دُنیوی منفعت ہے یعنی حج کے موقع پر تجارتی نفع حاصل کرنا دنیوی فضل ہے اور "رحمت" سے مراد آخرت کا اجر ہے۔ یہ دونوں چیزیں حج اور قربانی سے حاصل ہوتی ہیں۔ (۶) اللہ کیلئے جو دشمنی کی جائے وہ دشمنی بھی حد سے نہیں بڑھنی چاہیے۔ (۷) اُن مجلسوں میں شریک ہونا بہت ہی اچھا ہے جنکا مقصد اشاعتِ دین اور نصرتِ دین ہے کیونکہ نیکی کے کاموں میں تعاون کرنا واجب ہے۔ (۸) اللہ کا خوف ایسی چیز ہے جو ہر مجاہدہ اور پابندی کو سہل بنا دیتا ہے۔ (تھانوی) (۹) ہر اُس چیز کا احترام واجب ہے جس سے خدا یا خدا والوں کی یاد تازہ ہو۔ (تفسیر فتح العزیز صـ ۵۶۹)

حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ وَ (٣) تم پر حرام کیا گیا ہے مرا ہوا جانور اور

الدَّمُ وَلَحْمُ الْخِنْزِيرِ وَمَآ
أُهِلَّ لِغَيْرِ اللهِ بِهٖ وَالْمُنْخَنِقَةُ
وَالْمَوْقُوذَةُ وَالْمُتَرَدِّيَةُ وَالنَّطِيحَةُ
وَمَآ اَكَلَ السَّبُعُ اِلَّا مَا ذَكَّيْتُمْ
وَمَا ذُبِحَ عَلَى النُّصُبِ وَاَنْ
تَسْتَقْسِمُوْا بِالْاَزْلَامِ ذٰلِكُمْ
فِسْقٌ اَلْيَوْمَ يَئِسَ الَّذِيْنَ
كَفَرُوْا مِنْ دِيْنِكُمْ فَلَا
تَخْشَوْهُمْ وَاخْشَوْنِ اَلْيَوْمَ
اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ
عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ
الْاِسْلَامَ دِيْنًا فَمَنِ اضْطُرَّ
فِيْ مَخْمَصَةٍ غَيْرَ مُتَجَانِفٍ
لِّاِثْمٍ فَاِنَّ اللهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝٣

خون اور سُور کا گوشت اور جسے غیرِ خدا
کا نام لیکر ذبح کیا گیا ہو یا گلا گھونٹا ہوا
اور چوٹ کھا کر مرا ہوا اور گر کر مرا ہوا اور
سینگ سے مارا ہوا اور جسے درندے نے پھاڑ
کھایا ہو، سوا اُس کے کہ جسے (تم نے اس سے پہلے)
ذبح کرلو۔ اور جو بُتوں پر قربان کیا گیا ہو
یا جسے تم جُوئے کے تیروں سے (جوا کھیل کر)
تقسیم کیا ہو یہ بہت بُرا کام ہے۔ آج کافر
تمہارے دین سے (پھر جانے سے) مایوس
ہوگئے۔ تو اُن سے نہ ڈرو اور مجھ ہی سے ڈرو۔
آج میں نے تمہارے لیے تمہارے دین کو مکمل
کردیا اور تم پر اپنی نعمت پوری کردی اور
تمہارے لیے اسلام کو دین (طریقۂ زندگی) کے
طور پر پسند کرلیا۔ تو جو بھوک میں مجبور ہو کر
(کچھ کھالے) جبکہ وہ گناہ کرنے کی طرف مائل نہ ہوا ہو، تو اللہ بھی بڑا معاف کرنے والا بڑا رحم کرنے والا ہے۔

حلال اور حرام جانوروں کی تفصیل

؏ حضرت امام محمد باقرؑ سے روایت ہے کہ
(باقی اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں)

www.drhasanrizvi.org

www.drhasanrizvi.org

(پچھلے صفحے کا بقیہ)

جناب رسولِ خدا صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے فرمایا کہ: "خدا نے تم پر مردار، خون سُور کا گوشت اور وہ جانور جو بُتوں کے نام پر ذبح کیے جاتے ہیں حرام کیے ہیں۔

اور "اَلْمُنْخَنِقَةُ" سے مراد مُردار جانور خاص کر وہ گائے اور اونٹ جس کا گلا گھونٹ دیا جاتا ہے اور جو مجوسی کھاتے ہیں۔

اور "اَلْمَوْقُوْذَةُ" سے مراد وہ جانور ہیں جن کے ہاتھ پاؤں باندھ کر پیٹا جاتا تھا، یہاں تک کہ وہ مر جاتے تھے پھر اُن کو کھاتے تھے۔ یہ بھی حرام ہیں۔

اور "اَلْمُتَرَدِّيَةُ" سے مراد وہ جانور ہیں کہ جن کی آنکھیں بند کر کے اُن کو چھتوں سے گرا کر مار ڈالتے تھے۔ وہ بھی حرام ہیں۔

اور "اَلنَّطِيْحَةُ" سے مراد وہ مینڈھے ہیں جن کو لڑوایا جاتا تھا اور جب لڑتے لڑتے کوئی مر جاتا تھا تو اُس کو کھاتے تھے۔ یہ بھی حرام ہے۔

اور "اَكَلَ السَّبُعُ" سے مراد وہ جانور جن کو شیر، بھیڑیے وغیرہ پھاڑ ڈالتے تھے، اُن کے کھانے سے جو کچھ بچ رہتا تھا اُس کو بھی کھا لیتے تھے۔ وہ بھی حرام ہے۔

اور "ذُبِحَ عَلَى النُّصُبِ" سے مراد وہ جانور جو آتشیں مندروں کے سامنے ذبح کیے جاتے تھے۔ وہ بھی حرام ہیں۔

اور قریش جن درختوں اور چٹانوں کو پوجتے تھے، اُن کے نام پر جو جانور ذبح کیے جاتے تھے، اِس قسم کے تمام جانوروں کو خدا نے حرام قرار دیا۔ اسی طرح وہ

(باقی اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں)

www.drhasanrizvi.org

(پچھلے صفحے کا بقیہ)

وہ پانچ برس کا ایک اونٹ معیّن کر کے اُس کی قیمت کے دس حصّے نکالتے تھے، پھر دس تیر کسی کو دیتے تھے جن میں سے سات تیروں کے تو حصّے مقرر ہوتے تھے، مگر تین تیروں پر کوئی حصّہ نہیں ہوتا تھا۔ اُن دسوں تیروں کے اوپر اُن کے نام لکھے تھے جو مقرّر تھے۔ ہر ایک کا حصّہ الگ الگ ہوتا تھا۔ اور اونٹ کی پوری قیمت اُن لوگوں کے ذمّے ڈالی جاتی تھی جن کے نام پر کوئی حصّہ مقرّر نہ ہوتا تھا۔ پھر قرعہ نکالتے تھے کیونکہ یہ جُوا تھا۔ اِس لیے اللہ نے اِس کو حرام قرار دیا۔

* ——— (تفسیر صافی صـ۱۲۸ بحوالہ عیون اخبار الرضاؑ)

حضرت علی علیہ السّلام سے روایت ہے کہ اگر ایسے جانوروں میں جان باقی ہو تو اُن کو خدا کے نام پر ذبح کر کے کھا سکتے ہیں۔ اور ایسے جانوروں کی زندگی معلوم کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ اگر وہ اپنے کانوں، دُم یا آنکھوں کی پُتلیوں کو حرکت دیں، تو اُن کو خدا کے نام پر ذبح کر کے کھا سکتے ہیں۔ (تفسیر مجمع البیان و تفسیر عیاشی بروایت امام رضاؑ)

دین کی تکمیل کے اعلان والی آیت
آیۂ اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ

۲۔ حضرت امام محمد باقر علیہ السّلام سے روایت ہے کہ، جب جناب رسولِ خداؐ نے حجۃ الوداع سے واپسی پر غدیرِ خم کے دن حضرت علی علیہ السّلام کی امامت اور ولایت کا اعلان فرمایا۔ اسی وقت یہ آیت نازل ہوئی۔ کیونکہ ولایت کا اعلان

(باقی اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں)

www.drhasanrizvi.org

کرانا رسولِ خدا کا سب سے آخری فریضہ تھا۔ (تفسیر صافی صہ ۱۲۸ بحوالہ:۔

۔تفسیر مجمع البیان ۔ تفسیر عیاشی ۔ تفسیر قُمّی)

کیونکہ کسی کام کا مکمل ہونا اُسی وقت ثابت ہوتا ہے کہ جب اُس کام کی بقاء کا بندوبست کردیا جاتا ہے۔ تاکہ وہ کام ہمیشہ باقی رہے۔ اِسی لیے جناب رسولِ خدا کا آخری کام دینِ اسلام کی بقاء کا بندوبست کرنا تھا۔ دینِ خدا کی بقاء کا بندوبست خدا نے اِس طرح فرمایا کہ دین کی حفاظت کی ذمّے داری ایسے ذمّے دار کاندھوں پر ڈال دی جو اِس بات کے اہل تھے کہ قیامت تک دینِ خدا کی حفاظت کرسکیں۔ اِسی سلسلے کی پہلی کڑی حضرت علیؑ ہیں اور آخری کڑی اُن کی اولاد سے امام مہدیؑ ہیں۔

یہ اہلِ بیتِ رسولؐ کے بارہؑ امام ہیں جن کی ذمّے داری یہ تھی کہ خدا کے دین کی صحیح ترجمانی بھی فرمائیں، اُس کی تصویر کشی اپنے عمل سے فرمائیں اور وقت پڑے تو دین کی حفاظت کا حق ادا فرمائیں۔ بقولِ شاعر:

ڈوب کر پار اُتر گیا اسلام ☆ آپ کیا جانیں کربلا کیا ہے ؟

ایک ہندو شاعر نے پورے عالمِ اسلام سے ایک سوال کیا ہے

تم مِل مِلا کے بابری مسجد بچا سکے ؟ ☆ تنہا حسینؑ دینِ نبیؐ کو بچا گئے

رہا یہ سوال کہ آیت کا اوپر کا حصّہ حرام جانوروں کو بیان کررہا ہے۔ اور آخری حصّہ مجبوری کے عالم میں حرام چیزوں کے حلال ہونے کو بیان کررہا ہے اور درمیان کا حصّہ دین کی تکمیل کا اعلان کررہا ہے، یہ ترتیب ازخود بتارہی ہے کہ قرآن کی ترتیب

(باقی اگلے صفحے کے حاشیے پر ملاحظہ فرمائیں)

www.drhasanrizvi.org

يَسْـَٔلُوْنَكَ مَاذَآ اُحِلَّ (٤) آپ سے پوچھتے ہیں کہ اُن کے لیے
لَهُمْ ؕ قُلْ اُحِلَّ لَكُمُ　کیا کیا چیزیں حلال قرار دی گئی ہیں ؟
الطَّيِّبٰتُ ۙ وَمَا عَلَّمْتُمْ　کہہ دیجیے کہ سب اچھی پاک صاف چیزیں
مِّنَ الْجَوَارِحِ مُكَلِّبِيْنَ　تمہارے لیے حلال ہیں۔ اور تم نے جو
تُعَلِّمُوْنَهُنَّ مِمَّا عَلَّمَكُمُ　شکاری کتّوں اور جانوروں کو اُس ہنر کے
اللّٰهُ ۫ فَكُلُوْا مِمَّآ اَمْسَكْنَ　ذریعے سے جو خدا نے تمھیں دیا ہے سدھار کھا
عَلَيْكُمْ وَاذْكُرُوا اسْمَ　ہے، تو جسے وہ تمھارے لیے پکڑ لیں اُس میں سے بھی
اللّٰهِ عَلَيْهِ ۪ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ　تم کھا سکتے ہو۔ البتہ اُس پر (شکار پر چھوڑنے
اللّٰهَ سَرِيْعُ الْحِسَابِ ④　سے پہلے) اللہ کا نام (ضرور) لے لو۔ اور
اللہ کے غصّے سے بچو۔ یقیناً اللہ بڑی تیزی کے ساتھ حساب لینے والا ہے۔

(پچھلے صفحے کا بقیہ) میں کچھ گڑبڑ ضرور ہے۔ اسی لیے مجبوراً شاہ عبدالقادر صاحب کو بھی لکھنا پڑا کہ :

"یہ جو فرمایا کہ آج پورا دین تمہارا ہو چکا، یہ آیت آخر کو اُتری کہ (جب) سب احکام اللہ کے نازل ہو چکے تھے اس کے بعد تین مہینے حضرتؐ زندہ رہے۔ (موضح القرآن)

مستند احادیث نے ثابت کر دیا کہ یہ آیت ۱۸ ذی الحجہ کو غدیر کے مقام پر اُتری تھی جب رسول خدا نے منبر پر کھڑے ہو کر حضرت علیؑ کو دونوں بازوؤں سے پکڑ کر اُٹھایا تھا اور فرمایا تھا "مَنْ كُنْتُ مَوْلَاهُ فَهٰذَا عَلِيٌّ مَوْلَاهُ" (جس کا میں مولیٰ ہوں اُس کا یہ علیؑ بھی مولیٰ ہے)

(تفسیر تبیان۔ تفسیر علی بن ابراہیم)

www.drhasanrizvi.org

اَلْيَوْمَ اُحِلَّ لَكُمُ الطَّيِّبٰتُ ؕ (٥) وَطَعَامُ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ حِلٌّ لَّكُمْ ۪ وَطَعَامُكُمْ حِلٌّ لَّهُمْ ۫ وَالْمُحْصَنٰتُ مِنَ الْمُؤْمِنٰتِ وَالْمُحْصَنٰتُ مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ اِذَآ اٰتَيْتُمُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ مُحْصِنِيْنَ غَيْرَ مُسٰفِحِيْنَ وَلَا مُتَّخِذِيْٓ اَخْدَانٍ ؕ وَمَنْ يَّكْفُرْ بِالْاِيْمَانِ فَقَدْ حَبِطَ عَمَلُهٗ ۫ وَهُوَ فِي الْاٰخِرَةِ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ۝

آج تمہارے لیے سب اچھی پاک صاف چیزیں حلال کی جا چکی ہیں اور اہلِ کتاب کا کھانا (خشک چیز) تمہارے لیے حلال ہے اور تمہارا کھانا اُن کے لیے حلال ہے اور بدکاری سے محفوظ عورتیں بھی تمہارے لیے حلال ہیں، خواہ وہ مسلمان ہوں یا اُن میں سے ہوں جنھیں تم سے پہلے کتاب دی گئی ہے، جبکہ تم اُن کی اُجرتیں (مہر) دے دو۔ وہ بھی پاکدامنی کی حفاظت کرتے ہوئے، نہ کہ بے تحاشا آزادانہ شہوت رانی کرتے ہوئے، یا چوری چھپے ناجائز تعلقات اور دوستیاں بناتے ہوئے۔ اور جس کسی نے بھی ایمان کے بجائے کفر و انکار کو اختیار کیا تو اُس کی (زندگی کے) سارے کام برباد ہو گئے، اور آخرت میں تو وہ نقصان اُٹھانے والوں میں ہوگا ہی۔

اہلِ کتاب کے ساتھ معاشرت کے احکام

حضرت امام محمد باقر ع سے روایت ہے کہ جناب رسولِ خدا ص نے فرمایا کہ: "اس آیت میں طعام یا کھانے سے مراد دانے (غلہ) ہے
(کافی و تفسیر تبیان و تفسیر مجمع البیان)

www.drhasanrizvi.org

معصومین ؑ سے روایات بحدِ تواتر موجود ہیں کہ یہود و نصاریٰ کافر ہیں نہ اُن کا ذبیحہ حلال ہے اور نہ اُن کے ہاتھ کی کوئی دوسری گیلی (تر) چیز ہی حلال ہے۔ (تفسیر انوار النجف ص۱۵۰)

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ "عفیفہ" یعنی نیک کردار پاکدامن اہلِ کتاب عورتوں سے نکاح کرنے کی اجازت تھی، مگر خدا کا یہ حکم دوسری آیت "وَلَا تُمسکوا بعصم الکوافر" یعنی کافر عورتوں کے ناموس پر قبضہ نہ رکھو" سے منسوخ ہوگیا۔ (تفسیر صافی ص۱۲۶ بحوالہ من لا یحضرہ الفقیہ و تفسیر عیاشی)

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت ہے کہ جناب رسول خدا ؐ نے فرمایا "جس شخص کو نکاح کے لیے آزاد پاکیزہ مسلمان عورت مل جائے، اُس کے لیے جائز نہیں کہ کسی یہودی یا عیسائی عورت سے نکاح کرے۔"

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ "جس شخص کے نکاح میں کوئی آزاد مسلمان عورت ہو، وہ اگر کسی یہودی یا عیسائی عورت سے متعہ کرلے تو جائز ہے لیکن مجوس کے لیے الگ احکام ہیں۔" (تہذیب)

آیت کے آخری حصے میں یہ بتایا گیا ہے کہ حرام سے بچنے کیلئے اہلِ کتاب عورتوں سے بھی متعہ کیا جا سکتا ہے۔ اب جتنا افسوس کیا جائے وہ کم ہے کہ خود مسلمانوں نے بے راہروی کے ایسے حکیمانہ سدِّباب کو خود مسترد کردیا۔ اسی لیے امیرالمومنین حضرت علی ؑ نے فرمایا تھا کہ: اگر حضرت عمر نے متعہ کو حرام نہ کیا ہوتا تو انتہائی بدبخت انسان کے سوا کوئی زنا نہ کرتا۔"

کیونکہ حضرت عمر نے کہا کہ رسول کے زمانے میں دو متعہ تھے متعہ الحج اور متعہ النساء میں دونوں کو حرام کرتا ہوں۔ (از ابنِ عباس رض)

www.drhasanrizvi.org

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا قُمْتُمْ
اِلَى الصَّلٰوةِ فَاغْسِلُوْا وُجُوْهَكُمْ
وَاَيْدِيَكُمْ اِلَى الْمَرَافِقِ وَامْسَحُوْا
بِرُءُوْسِكُمْ وَاَرْجُلَكُمْ اِلَى
الْكَعْبَيْنِ ۭ وَاِنْ كُنْتُمْ
جُنُبًا فَاطَّهَّرُوْا ۭ وَاِنْ كُنْتُمْ
مَّرْضٰٓى اَوْ عَلٰي سَفَرٍ اَوْ جَاۗءَ
اَحَدٌ مِّنْكُمْ مِّنَ الْغَاۗىِٕطِ اَوْ
لٰمَسْتُمُ النِّسَاۗءَ فَلَمْ تَجِدُوْا
مَاۗءً فَتَيَمَّمُوْا صَعِيْدًا طَيِّبًا
فَامْسَحُوْا بِوُجُوْهِكُمْ وَاَيْدِيْكُمْ
مِّنْهُ ۭ مَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيَجْعَلَ
عَلَيْكُمْ مِّنْ حَرَجٍ وَّلٰكِنْ
يُّرِيْدُ لِيُطَهِّرَكُمْ وَلِيُتِمَّ
نِعْمَتَهٗ عَلَيْكُمْ لَعَلَّكُمْ
تَشْكُرُوْنَ ۝٦

(٦) اے ایمان لانے والو! جب تم نماز کے لیے کھڑے ہونے لگو تو اپنے منھ کو اور اپنے ہاتھوں کو کہنیوں تک دھو لو اور اپنے سر اور پیروں پر ٹخنوں تک مسح کر لو۔ اور اگر تم حالتِ جنابت میں ہو تو غسل کرو۔ اور اگر تم بیمار ہو یا سفر میں ہو، یا تم میں سے کوئی پیشاب، پاخانہ کر کے آیا ہے، یا تم نے عورتوں سے ہم بستری کی ہے اور پانی نہ ملے تو پاک مٹی پر تیمم کر لو۔ اس طرح کہ اُس سے اپنے چہروں اور ہاتھوں کو مل لو۔ اللہ یہ نہیں چاہتا کہ تم پر سختی کرے۔ مگر یہ ضرور چاہتا ہے کہ وہ تمھیں پاک صاف رکھے، اور (اس طرح) اپنی نعمت تم پر پوری کرے۔ تا کہ تم شکر کرنے والے بنو۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ یہاں خدا کا فرمانا کہ: جب تم نماز

www.drhasanrizvi.org

کے لیے کھڑے ہو۔" سے مراد یہ ہے کہ جب تم سو کر اُٹھو اور نماز پڑھنے کا ارادہ کرو۔

(تفسیر صافی ص۱۲۹ بحوالہ التہذیب و تفسیر عیاشی۔)

غرض مراد یہ ہے کہ جب تم نماز کے لیے اُٹھو تو وضو کرو۔ **(طریقہ وضو از امام پنجم)**

حضرت امام محمّد باقر علیہ السّلام سے وضو کا طریقہ پوچھا گیا تو آپؑ نے پانی سے بھرا ہوا طشت منگایا۔ پھر اپنا داہنا ہاتھ ڈال کر اُس میں سے ایک چُلّو پانی لیا اور اُس کو اپنے چہرے پر ڈال کر منھ دھویا۔ پھر بایاں ہاتھ ڈال کر ایک چُلّو پانی لیا اور اُس کو اپنی داہنی کہنی پر ڈالا۔ اور کہنی سے اُنگلیوں تک ہاتھ کو دھویا، مگر اِس طرح کہ بایاں ہاتھ اوپر سے نیچے کی طرف کھینچا۔ پھر داہنا ہاتھ طشت میں ڈال کر ایک چُلّو پانی لیا اور اُس کو اپنی بائیں کہنی پر ڈالا۔ پھر اُس کہنی کو اُنگلیوں کے سرے تک اِسی طرح دھویا جس طرح داہنا ہاتھ دھویا تھا۔ پھر اپنے ہاتھوں کی تَری سے سر اور دونوں پاؤں کا مَسح کیا۔ اور مَسح کرنے کے لیے نیا پانی نہیں لیا۔"

(تفسیر صافی ص۱۳۰ بحوالہ تفسیر عیاشی)

قرآن میں تو وضو کے موقع پر پیروں پر مَسح کرنے کا حکم واضح ہے۔ مگر اہلِ سُنّت کے فقہاء نے اَرْجُلَکُمْ کا عطف بِرُءُوْسِکُمْ پر لینے کے بجائے دور واپس جا کر وُجُوْهَکُمْ وَ اَیْدِیَکُمْ پر قرار دیا ہے۔ یہ بات آیت کے فطری مفہوم کے بھی خلاف ہے اور عربی قواعد کے بھی خلاف ہے۔

اب سوال یہ ہے کہ تیمّم کیا ہے؟ یعنی مٹّی کے ذریعے سے پاک ہو۔ اور اُس پر ہاتھ مار کر چہرے اور ہاتھوں کا مَسح کرو۔ اِس کی تفصیل فقہ کی کتابوں میں ملاحظہ فرمائیں۔

(فصل الخطاب)

www.drhasanrizvi.org

وَاذْكُرُوا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ (۷) اور خیال رکھو اللہ کی اُس نعمت کا
وَمِيثَاقَهُ الَّذِي وَاثَقَكُمْ بِهِ ۙ جو تمھارے لیے ہے، اور اُس عہد و
إِذْ قُلْتُمْ سَمِعْنَا وَأَطَعْنَا ۖ وَ پیمان کا بھی جو خدا نے تم سے لیا ہے،
اتَّقُوا اللّٰهَ ۚ إِنَّ اللّٰهَ عَلِيمٌ بِذَاتِ جب تم نے کہا تھا کہ ہم نے سنا اور
الصُّدُورِ ۞ مانا۔ تو اب اللہ کے غصے سے بچو۔
یقیناً اللہ تو سینوں کے اندر تک کی باتوں کو جاننے والا ہے۔

اِس آیت میں میثاق سے مراد

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت ہے کہ: "اِس آیت میں میثاق یعنی "پکا عہد" سے مراد یہ ہے کہ جناب رسولِ خداؐ کا حجۃ الوداع کے موقع پر (۱) حرام چیزوں کو حرام سمجھنا۔ (۲) طہارت کی حالت میں رہنا۔ (۳) اور ولایت کو ماننا واجب سمجھنا۔ (۴) اور خدا کے دیگر احکامات کھول کھول کر بیان کرنا۔ (اس عہد کی اِنھیں باتوں کو یاد رکھنے کا حکم اِس آیت میں دیا جا رہا ہے۔) (تفسیر صافی صفحہ ۱۳۱ بحوالہ تفسیر مجمع البیان)

جب جناب رسولِ خداؐ نے حضرت علیؑ اور بارہ ۱۲ ائمۂ اہلِ بیتؑ کی ولایت کا اقرار مسلمان سے لیا تو اُن سب نے کہا کہ: "ہم نے سُنا اور ہم نے اطاعت کی" مگر بعد میں اِس عہد کو توڑ دیا۔ یہ آیت (خاص طور پر) اُسی عہد کے توڑنے والوں کے بارے میں اُتری ہے۔

(تفسیر صافی صفحہ ۱۳۱ بحوالہ تفسیر قمی)

www.drhasanrizvi.org

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْا (٨) اے ایمان لانے والو! اللہ کی خاطر
قَوّٰمِيْنَ لِلّٰهِ شُهَدَآءَ بِالْقِسْطِ ۡ اُس کے مقرر کیے ہوئے فرائض کو قائم
وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ کرنے کے ذمّے دار[ع] اور عدل و انصاف
عَلٰٓى اَلَّا تَعْدِلُوْا ؕ اِعْدِلُوْا ۟ کے ساتھ گواہی دینے والے بنو۔ اور کسی قوم
هُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰى ۡ وَاتَّقُوا کی دشمنی تم کو اس بات پر آمادہ نہ کرے کہ تم
اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌۢ بِمَا انصاف نہ کرو۔ انصاف کرتے رہو[ع]۔ یہی
تَعْمَلُوْنَ ۝٨ بات "تقویٰ" سے زیادہ قریب ہے۔ تو اللہ کے

غیظ و غضب سے بچو۔ اور یقین جانو کہ جو کچھ بھی تم کرتے ہو اللہ اُس سے پوری طرح باخبر ہے۔

عدل کا بنیادی تقاضا اور قوّٰمِین لِلّٰہ کا مطلب

[ع] اِس آیت میں ایک مسلم حکومت کی اُن ذمّے داریوں کا بنیادی اصول بتایا گیا ہے، جو اُن کو غیر مسلم اقلیّتوں کے حقوق کی حفاظت کیلئے ادا کرنی ضروری ہیں۔ خلاصہ یہ ہے کہ عدل و انصاف حقوق اور رعایتیں جتنی مسلمانوں کو دی جائیں اتنی ہی غیر مسلموں کو بھی دی جائیں۔ یہی عدل کا بنیادی تقاضا ہے۔

[ع] "قَوّٰمِیْنَ لِلّٰہِ" کے معنی خدا کے احکامات کی پوری پوری پابندی کرتے رہو۔ اور اللہ کی رضامندی حاصل کرنے کی کوشش کرو۔ یعنی خدا کے ثواب کو حاصل کرنے کیلئے خدا کے احکامات کی پابندی کرو۔

(تفسیر کبیر۔ قرطبی)

www.drhasanrizvi.org

وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ (۹) اللہ نے اُن لوگوں سے وعدہ کیا ہے جو
عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ۙ لَهُمْ ایمان لائے اور جو نیک کام کرتے رہے کہ
مَّغْفِرَةٌ وَّ اَجْرٌ عَظِيْمٌ ۝ اُن کیلئے معافی اور بہت بڑا اجر و ثواب ہے۔
وَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَ كَذَّبُوْا (۱۰) اور جنھوں نے کفر و انکار کو اختیار کیا اور
بِاٰيٰتِنَاۤ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَحِيْمِ ۝ ہماری نشانیوں کو جھٹلایا، تو وہی لوگ
(دوزخی) دوزخ والے ہیں۔ (۱۰)

اِس آیت کے مطابق لوگوں کی قسمیں

یہاں تین قسم کے لوگ بتائے گئے ہیں۔ (۱) وہ جن سے نجات کا قطعی وعدہ کیا جا رہا ہے۔ یہ وہ ہوں گے نجات کی دونوں شرطوں یعنی ایمان اور عمل دونوں کو پورا کریں گے۔ (۲) دوسرے وہ جو کافر ہیں یعنی ایمان ہی نہیں رکھتے، اُن کے لیے قطعی دوزخ کا اعلان ہے۔ (۳) مگر ایک درمیانی قسم بھی ہے یہ وہ ہیں کہ جنھوں نے ابدی حقیقتوں کو تو مانا، مگر اُس کے عملی تقاضوں کو پورا نہ کیا۔ اور اِس طرح عملِ صالح کے جوہر سے محروم رہے۔ اُن کی معافی کا بھی امکان ہے اور اِس بات کا بھی امکان ہے کہ اُن کو اُن کی بداعمالیوں کی سزا کے بعد نجات حاصل ہو۔

اب ایک قسم اور تصوّر میں آتی ہے یعنی ایسے لوگ جو بظاہر نیک اعمال کرتے ہیں مگر خدا و رسول اور آخرت پر ایمان نہیں رکھتے۔ یہ لوگ دُنیوی فوائد کے لیے اچھے اچھے کام کرتے ہیں اس لئے یہ نجات حاصل نہیں کر سکتے۔ کیونکہ "الاعمال بالنیات" (الحدیث) اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے۔ (ملخص از: فصل الخطاب)

www.drhasanrizvi.org

(۱۱)
يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوْا
نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ هَمَّ
قَوْمٌ اَنْ يَّبْسُطُوْۤا اِلَيْكُمْ
اَيْدِيَهُمْ فَكَفَّ اَيْدِيَهُمْ
عَنْكُمْ ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ؕ وَعَلَى
اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ ﴿۱۱﴾ ع

اے ایمان لانے والو! اللہ کی اُس
نعمت (یا احسان) کو تو یاد کرو جو اُس نے
تم پر کیا ہے کہ جب ایک گروہ نے تم پر
ہاتھ اُٹھانے کا ارادہ کیا تو اللہ نے اُن
کے ہاتھوں کو تم پر اُٹھنے سے روک دیا۔
تو اب اللہ کو غیظ و غضب میں لانے والے
کاموں سے بچو۔ اور ایمان رکھنے والوں کو
اللہ ہی پر بھروسہ کرنا چاہیے۔

(۱۲)
وَلَقَدْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ
بَنِيْۤ اِسْرَآءِيْلَ ۚ وَبَعَثْنَا مِنْهُمُ
اثْنَيْ عَشَرَ نَقِيْبًا ؕ وَقَالَ
اللّٰهُ اِنِّيْ مَعَكُمْ ؕ لَئِنْ اَقَمْتُمُ
الصَّلٰوةَ وَاٰتَيْتُمُ الزَّكٰوةَ
وَاٰمَنْتُمْ بِرُسُلِيْ وَعَزَّرْتُمُوْهُمْ
وَاَقْرَضْتُمُ اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا
لَّاُكَفِّرَنَّ عَنْكُمْ سَيِّاٰتِكُمْ
وَلَاُدْخِلَنَّكُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ

اور بلاشبہ اللہ نے بنی اسرائیل سے
پکّا عہد لیا اور ہم ہی نے اُن میں بارہ سردار
(امام) مقرّر کیے۔ اور اللہ نے (اُن سے) کہا
کہ یقیناً میں تمہارے ساتھ ہوں، اگر تم نماز کو
قائم رکھو گے اور زکوٰۃ دیتے رہو گے اور میرے
پیغمبروں کو مانو گے اور اُن کی مدد کرو گے
اور اللہ کو اچھے طریقے سے قرض دو گے تو
میں تمہاری غلطیوں کی تلافی کر کے اُنھیں
تم سے دور کر دوں گا اور تمھیں اُن باغوں میں داخل

www.drhasanrizvi.org

مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ۚ فَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذٰلِكَ مِنْكُمْ فَقَدْ ضَلَّ سَوَآءَ السَّبِيْلِ ﴿۱۲﴾	کروں گا جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی۔ مگر اِس کے بعد بھی تم میں سے جس کسی نے کفر و انکار کا طریقۂ زندگی اختیار کیا، تو وہ بلاشبہ سیدھے راستے سے بھٹکا ہوا ہوگیا۔

بنی اسرائیل میں بارہ[۱۲] نقیبوں اور قرضِ حسنا کا ذکر

مصر میں فرعون کے ہلاک ہوجانے کے بعد اللہ نے بنی اسرائیل کو حکم دیا کہ تم شام کے ملک میں اریحا شہر کی طرف چلے جاؤ۔ اُس وقت اُس شہر میں بڑے جابر و ظالم قسم کے لوگ رہتے تھے۔ خدا نے یہ بھی فرما دیا کہ میں نے اُس شہر کو تمھارے لیے پناہ لینے کی جگہ قرار دے دیا ہے ــ اور خدا نے حضرت موسیٰؑ کو حکم دیا کہ تم بنی اسرائیل کے ہر قبیلے کے ہر سبط (خاندان) میں سے ایک ایک نقیب (سردار یا امام) مقرر کرو تاکہ وہ میرے اِس حکم کی پوری پوری تعمیل کرائیں۔ وہی اُن کے رہنما اور سردار بھی ہوں پس حضرت موسیٰؑ نے پہلے اُن کو اُس شہر میں بطور جاسوس بھیجا۔ اُنھوں نے آکر حضرت موسیٰؑ کو بتایا کہ اُس شہر کے لوگ بڑے قوی ہیکل ہیں۔ حضرت موسیٰؑ نے اُن سے فرمایا کہ اِس بات کو ظاہر نہ کرنا۔

(تفسیر صافی ص ۱۳۱)

متفق علیہ حدیثِ رسولؐ ہے کہ "جو کچھ بھی بنی اسرائیل میں ہوا وہی میری اُمّت میں بھی ہوگا۔" اب قرآن بتا رہا ہے کہ بنی اسرائیل کے بارہ نقیب یعنی بارہ امام ہوئے۔ اِس لیے اِس

www.drhasanrizvi.org

اُمّت کے بھی بارہ امام ہونے چاہئیں۔ اسی لیے جناب رسولِ خدا صلی اللہ وآلہ وسلم کی یہ حدیث بھی متفق علیہ ہے کہ آپ نے فرمایا: "میری اُمّت میں میرے بعد بارہ امام ہوں گے"۔

(بخاری شریف - موضح القرآن)

ایک یہودی نے آنحضرتؐ سے سوال کیا کہ ہمارے نبی جناب موسیٰؑ نے اپنا وصی یوشع کو مقرر کیا تھا، فرمائیے آپؐ کا وصی کون ہے؟ آپؐ نے فرمایا "میرا وصی علیؑ ابنِ ابی طالب ہے اور اس کے بعد میرے دو سبط حسنؑ و حسینؑ اور ان کے بعد نو امام حسینؑ کی اولاد سے ہوں گے۔ (لوامع التنزیل ینابیع المودۃ)

اللہ کو قرضۂ حسنہ دینے کا مطلب، یہ ہے کہ "مال اُن کاموں میں خرچ کرو جو اللہ کو پسند ہیں"۔ (مجمع البیان)

کسی کو بغیر سود کے قرضہ دینا بھی قرضۂ حسنہ میں شامل ہے۔

غرض خدا کو قرضِ حسن دینے کا مطلب یہ ہے کہ اچھے کاموں میں اخلاص اور خوشی سے خرچ کرو۔ عربی زبان میں قرض دینے کی حقیقت بس یہ ہے کہ جس رقم کی واپسی کچھ مدّت کے بعد ہوگی۔ (امام راغب)

اور "میثاق" یعنی خدا کے عہد سے اوّلین مراد فطرتِ انسانی کی وہ طلب ہے جو خدا کے لیے اُس کے اندر موجود ہے۔

دوسرے معنی میں "میثاق" سے مراد اطاعت اور بیعت کا وہ عہد ہے جو رسولِ خداؐ نے مسلمانوں سے لیا تھا۔

(قرطبی - تفسیر کبیر - معالم التنزیل - ابنِ کثیر)

www.drhasanrizvi.org

فَبِمَا نَقْضِهِمْ مِّيْثَاقَهُمْ لَعَنّٰهُمْ وَجَعَلْنَا قُلُوْبَهُمْ قٰسِيَةً ۚ يُحَرِّفُوْنَ الْكَلِمَ عَنْ مَّوَاضِعِهٖ ۙ وَنَسُوْا حَظًّا مِّمَّا ذُكِّرُوْا بِهٖ ۚ وَلَا تَزَالُ تَطَّلِعُ عَلٰى خَآئِنَةٍ مِّنْهُمْ اِلَّا قَلِيْلًا مِّنْهُمْ فَاعْفُ عَنْهُمْ وَاصْفَحْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ ۝۱۳

(۱۳) توپھر خود اُن کے عہد کے توڑ دینے کی وجہ سے ہم نے اُن پر لعنت کی اور اُن کے دل سخت کر دیے (تو اب) وہ (خدا کے) کلام کو اپنی اصل جگہ سے ہٹا کر اصل بات ہی کو بدل دیتے ہیں۔ اور جن باتوں کی یاد دہانی اُن کو بار بار کی گئی تھی اُس کا بڑا حصّہ وہ بھول گئے۔ اور اب آپ کے دل اپنی طرف اُن کی ایک بد دیانتی کی اطلاع ملتی رہے گی، سوا اُن میں کے چند لوگوں کے۔ تو آپ اُن کو معاف کر دیں اور درگذر کر دیں۔ کیونکہ یقین جانیں کہ خدا اچھا سلوک کرنے والوں سے محبّت کرتا ہے۔

عہد توڑنے کا نتیجہ لعنتِ خدا ہے

خدا کے لعنت کرنے سے مراد یہ ہوتا ہے کہ خدا نے اُنھیں اُن کی بدعہدی کی وجہ سے اپنی رحمت سے دور کر دیا۔ (تفسیر صافی ۱۳)

یہ بُرا انجام اُن لوگوں کا بتایا جا رہا ہے جو اُس عہد سے پھر گئے تھے کہ جو بنی اسرائیل کے بارہ نقیبوں (اماموں) کے مقرر کرتے وقت لیا گیا تھا۔ اب ہر مسلمان بڑی آسانی سے فیصلہ کر سکتا ہے کہ اگر یہ اُمت خدا و رسولؐ کے مقرر کیے ہوئے بارہ اماموں سے پھر جائے گی تو اُس کا کیا انجام ہوگا؟ بنی اسرائیل کے لوگوں سے تو بارہ نقیبوں (اماموں) کے بارے میں عہد

www.drhasanrizvi.org

توڑنے پر خدا نے صاف صاف کہدیا: "لَعَنّٰهُمْ" یعنی "ہم نے اُن پر لعنت کی۔"
اب جو اس اُمّت میں (خدا اور رسولؐ کے) مقرر شدہ بارہؑ اماموں کی اطاعت کے عہد سے پھر جائیں گے وہ خدا کی لعنت کے مستحق کیسے نہ ہوں گے؟ جبکہ رسولِ خداؐ یہ بھی فرما چکے ہیں کہ: "جو کچھ بنی اسرائیل کے ساتھ ہوا وہی کچھ تمہارے ساتھ بھی ہوگا۔" (فصل الخطاب)

خدا کی لعنت سے مراد، خدا کی رحمت اور مہربانیوں سے دور ہونا ہے۔ اور "بِمَا" کے لفظ سے تاکید مراد ہے۔ (بحر۔ قرطبی۔ روح۔ مدارک)

یہودیوں کی سخت دلی کا ذکر انجیل میں بھی آیا ہے۔ "اُن کی سخت دلی اور بے اعتقادی پر ملامت کی۔" (مرقس ۱۶: ۱۴، اور ۳: ۵، نیز رومیو ۳: ۵)

اور جس نصیحت کے بڑے حصّے کو یہودی بھلا بیٹھے اُن میں جنابِ رسولِ خداؐ کی تصدیق بھی شامل ہے۔ (تفسیرِ کبیر۔ بیضاوی)

اور کلام کو اُس کے موقع اور محل سے بدل دینے میں لفظی اور معنوی دونوں قسم کی تحریفیں شامل ہیں۔ (قرطبی)

یہودیوں کی دینی اور دُنیوی خیانتوں کا ذکر قرآن میں بار بار آیا ہے۔ مثلاً۔ خدا کے احکامات کو چھپانا، بدلنا، جھوٹی جعلی شہادتیں پیش کرنا وغیرہ وغیرہ۔ خائنۃ بمعنی بہت زیادہ خیانت کرنا۔ (قرطبی)

"احسان" کے معنی عربی میں صرف حُسنِ عمل کے ہوتے ہیں۔ اُردو میں احسان کے معنی بدل جاتے ہیں۔

نتیجہ: محقّقین نے نتیجہ نکالا کہ جب کافروں کے ساتھ معافی اور احسان کا حکم ہے تو مسلمانوں کے ساتھ یہ سلوک کسقدر افضل ہوگا۔ (بیضاوی)

www.drhasanrizvi.org

وَمِنَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّا نَصٰرٰٓى (۱۴) اَخَذْنَا مِيْثَاقَهُمْ فَنَسُوْا حَظًّا مِّمَّا ذُكِّرُوْا بِهٖ ۖ فَاَغْرَيْنَا بَيْنَهُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَآءَ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ ۭ وَسَوْفَ يُنَبِّئُهُمُ اللّٰهُ بِمَا كَانُوْا يَصْنَعُوْنَ ۝۱۴

اور اسی طرح ہم نے اُن لوگوں سے بھی پکا عہد لیا تھا جو یہ کہتے ہیں کہ "ہم نصرانی ہیں" انھوں نے بھی اُن چیزوں کے بڑے حصے کو بھلا دیا جن کی اُنھیں یاد دہانی کی گئی تھی۔ تو ہم نے بھی اُن کے درمیان قیامت تک کے لیے آپس میں دشمنی و بغض کا بیج بو دیا' اور ضرور وہ وقت آئے گا جب خدا اُنھیں یہ بتائے گا کہ وہ کیا کچھ کیا کرتے تھے۔

اللہ نے نصرانیوں سے بھی عہد لیا تھا

عیسائیوں میں آپس میں اِس قدر اختلاف ہے کہ ہر فرقہ دوسرے فرقے کو کافر کہتا ہے۔ (جلالین)

نتیجہ : محققین نے نتیجہ نکالا کہ اللہ کے ساتھ کیے ہوئے عہد و پیمان کو توڑنے کا یہی انجام ہوتا ہے۔ ہماری آنکھیں بھی کھل جانی چاہئیں۔ آج ہر مُلّا دوسرے فرقے کو کافر کہہ رہا ہے۔ "کافر کافر" کے نعرے ہر طرف سے سُنائی دے رہے۔ پُرانے زمانے میں کسی عالم' علّامہ یا مُرشد کی سب سے بڑی فضیلت یہ تھی کہ فلاں بزرگ نے اتنے کچھ کافروں کو مسلمان بنایا۔ آج کے ہر مُلّاں' مولوی' علّامے کی سب سے بڑی فضیلت یہ ہے کہ اُس نے ہزاروں مومنوں کو قتل کرا دیا اور اتنے لاکھ مومنوں' مسلمانوں کو کافر قرار دے دیا۔ (یہ اُن کے عہد و میثاق کے توڑ دینے کا نتیجہ ہے۔)

بقول اقبالؔ ؎ "دینِ مُلّاں فی سبیل اللہ فساد"

www.drhasanrizvi.org

انجیل میں آنحضرتؐ کی آمد کی بشارت آج بھی موجود ہے۔

یہ قرآن کا معجزہ ہے کہ آج بھی انجیل کے اندر سیکڑوں اور ہزاروں تحریفوں کے باوجود جناب رسولِ خداؐ کی بشارت موجود ہے جس کو بُھلا دینے کا یہاں ذکر کیا گیا ہے۔ (تفسیر کبیر)

انجیل میں حضرت یحییٰؑ کے سلسلے میں ہے: "جب یہودیوں نے یروشلم سے کاہن اور لاوی کو یہ پوچھنے کے لیے اُس کے پاس بھیجے کہ تُو کون ہے؟ تو اُس نے انکار نہ کیا بلکہ اقرار کیا کہ میں تو مسیح نہیں ہوں۔ اُنھوں نے اُس سے پوچھا: پھر تُو کون ہے؟ کیا تُو ایلیا ہے؟ اُس نے کہا: میں نہیں ہوں۔ (پوچھا) کیا تُو وہ نبیؐ ہے؟ اُس نے جواب دیا کہ نہیں۔ (یوحنا۔ ۱: ۱۹ - ۲۲ نیز ۱: ۲۵)

یہ بار بار "وہ نبیؐ" کہنا بتاتا ہے کہ کسی مشہور نبیؐ کے آنے کی پیشنگوئی یہودیوں میں مدّت سے چلی آرہی ہے۔

خود حضرت عیسیٰؑ دنیا سے رخصت ہوتے وقت فرماتے ہیں: "اگر تم مجھ سے محبت رکھتے ہو تو میرے حکموں پر عمل کروگے۔ اور میں باپ سے درخواست کروں گا تو وہ تمھیں دوسرا مددگار بخشے گا جو اَبد تک تمھارے ساتھ رہے گا۔ (یوحنا ۱۴: ۱۶)

پھر فرمایا:۔ لیکن اگر میں جاؤں گا تو اُسے تمھارے پاس بھیج دوں گا۔ اور وہ آکر دنیا کو گناہ اور راستبازی اور عدالت کے بارے میں قصوروار ٹھہرائے گا۔ (یوحنا ۱۶: ۷، ۸)

www.drhasanrizvi.org

يٰاَهْلَ الْكِتٰبِ قَدْ جَآءَكُمْ (١٥)
رَسُوْلُنَا يُبَيِّنُ لَكُمْ كَثِيْرًا
مِّمَّا كُنْتُمْ تُخْفُوْنَ مِنَ
الْكِتٰبِ وَيَعْفُوْا عَنْ كَثِيْرٍ ۵
قَدْ جَآءَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ
وَّكِتٰبٌ مُّبِيْنٌ ۝

اے اہلِ کتاب ! ہمارا رسولؐ تمہارے پاس آگیا ہے۔ جو خدا کی کتاب کی بہت سی اُن باتوں کو صاف صاف بیان کررہا ہے جن کو تم چھپاتے رہتے ہو۔ اور وہ تمہاری بہت سی باتوں کو معاف بھی کردیتا ہے۔ تمہارے پاس اللہ کی طرف سے ایک بڑی روشنی اور واضح کتاب (قرآن) آگئی ہے۔

یہودی و عیسائی کس قسم کی آیتوں کو چھپاتے تھے

مطلب یہ ہے کہ یہودی اور عیسائی توراۃ اور انجیل میں جناب رسولِ خداؐ کے اوصاف والی آیتوں کو اور شادی شدہ عورت سے زنا کرنے پر رجم کرنے والے حکم والی آیت کو چھپاتے تھے۔ اُن آیتوں میں خدا نے حضرت موسیٰؑ اور حضرت عیسیٰؑ کے ذریعے سے جناب رسولِ خداؐ کے تشریف لانے کی بشارتیں دی تھیں۔ (تفسیر صافی صفحہ ۱۳۱، تفسیر قمی)

"نور" سے مراد حضرت محمدؐ اور کتاب سے مراد قرآن ہے۔

اور (رسولؐ کے بعد) "نور" سے مراد حضرت علیؑ اور باقی ائمہؑ ہیں۔ (تفسیر صافی صفحہ ۱۳۲)

رسولِ خداؐ رحمت ہیں عالمین کیلئے

رسولؐ کا یہ عفو و رحم از خود اِس بات کی دلیل ہے کہ وہ عالمین کے مالک کے بھیجے ہوئے سچے رسولؐ ہیں۔ اسی لیے رسولؐ نے دشمنوں کو بھی کبھی ذلیل نہیں کیا۔ (کیونکہ آپؐ عالمین کے لیے رحمت بنا کر بھیجے گئے تھے)
(تفسیر کشاف۔ تفسیر کبیر)

www.drhasanrizvi.org

يَّهۡدِىۡ بِهِ اللّٰهُ مَنِ اتَّبَعَ (۱۶) جس کے ذریعے سے اللہ اُن لوگوں کو جو
رِضۡوَانَهٗ سُبُلَ السَّلٰمِ وَ اُس کی خوشی اور رضامندی کے طالب ہیں
يُخۡرِجُهُمۡ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى نجات اور سلامتی کے راستے کی ہدایت کرتا
النُّوۡرِ بِاِذۡنِهٖ وَيَهۡدِيۡهِمۡ ہے اور اُنھیں اپنے حکم سے اندھیروں سے
اِلٰى صِرَاطٍ مُّسۡتَقِيۡمٍ ۞ ۱۶ نکال کر روشنی کی طرف لاتا ہے اور پھر
اُنھیں سیدھے راستے پر لگا دیتا ہے۔

اللہ کن خوش نصیب لوگوں کو ہدایت فرماتا ہے ؟

خدا کا یہ فرمانا کہ: "اللہ (صرف) اُنھیں سلامتی کا راستہ دکھاتا ہے جو اُس کی رضا یا خوشی کی تلاش اور فکر میں رہا کرتے ہیں" اِس سے محققین نے نتیجہ نکالا کہ ہدایت کی راہ صرف اُنھیں کو نصیب ہوتی ہے جو خود اُس کی تلاش اور طلب میں رہتے ہیں۔ از خود نہیں ملا کرتی۔

البتّہ پوری سلامتی جو ہر اعتبار سے اور ہر قسم کی تکلیف سے پاک ہو، جنّت میں پہنچ کر نصیب ہوتی ہے۔ اور جنّت میں داخل ہونے کا طریقہ صحیح اعتقاد اور اچھے اعمال ہیں۔

(قرطبی۔ بحر۔ تفسیر کبیر۔ مدارک)

اندھیروں سے مراد کفر و شرک کے اندھیرے ہیں۔ اور روشنی سے مراد ایمان اور اطاعت کی روشنی ہے اور "اللہ کی اجازت" سے مراد اللہ کا ارادہ ہے جو اُس کی توفیق کی شکل میں ہمیں حاصل ہوتا ہے۔ (قرطبی)

" خدا نے آج تک اُس قوم کی حالت نہیں بدلی
نہ ہو جس کو خیال آپ اپنی حالت کے بدلنے کا۔ "

www.drhasanrizvi.org

لَقَدۡ كَفَرَ الَّذِينَ قَالُوٓا إِنَّ اللَّهَ هُوَ الۡمَسِيحُ ابۡنُ مَرۡيَمَ ۚ قُلۡ فَمَن يَمۡلِكُ مِنَ اللَّهِ شَيۡـًٔا إِنۡ أَرَادَ أَن يُهۡلِكَ الۡمَسِيحَ ابۡنَ مَرۡيَمَ وَأُمَّهُۥ وَمَن فِي الۡأَرۡضِ جَمِيعًا ۗ وَلِلَّهِ مُلۡكُ السَّمَٰوَٰتِ وَالۡأَرۡضِ وَمَا بَيۡنَهُمَا ۚ يَخۡلُقُ مَا يَشَآءُ ۚ وَاللَّهُ عَلَىٰ كُلِّ شَيۡءٍ قَدِيرٌ ۝ ۱۷

(۱۷) یقیناً اُن لوگوں نے کفر کیا جنہوں نے یہ کہا کہ مریمؑ کے بیٹے مسیحؑ، خدا ہیں۔ آپؐ اُن سے کہیے کہ اگر خدا مریمؑ کے بیٹے مسیحؑ اور اُن کی ماں کو، اور تمام زمین والوں کو ہلاک کر دینا چاہے تو کس کی مجال ہے کہ اُس کو اِس ارادے سے روک سکے؟ یا اُس سے کسی چیز کو بچا سکے؟ (کیونکہ) اللہ تو آسمانوں اور زمین کا اور اُن تمام چیزوں کا مالک ہے جو اُن دونوں کے درمیان پائی جاتی ہیں۔ وہ جو کچھ چاہتا ہے پیدا کرتا ہے اور اللہ تو ہر چیز پر مکمل قدرت رکھتا ہے۔

عیسائیوں کے عقیدۂ شرک کی زبردست ردّ

عیسائیوں کا عقیدہ ہے کہ "باپ بیٹے اور روح القدس کی الوہیت ایک ہی ہے۔ اُن کا جلال برابر ہے، عظمت یکساں ہے جیسا باپ ہے ویسا ہی بیٹا ہے۔۔۔ باپ غیر مخلوق، بیٹا غیر مخلوق۔۔ باپ غیر محدود، بیٹا غیر محدود۔۔۔ باپ ازلی، بیٹا ازلی۔۔۔ باپ قادرِ مطلق، بیٹا قادرِ مطلق۔۔۔

www.drhasanrizvi.org

باپ خدا، بیٹا خدا۔" (عقیدۂ اتھاناسین کریڈ ۔ (Athanasian Creed

یہ عقیدہ کیتھولک اور پروٹسٹنٹ عیسائیوں کے دونوں بڑے فرقوں کا ہے۔

اِس سے بڑھ کر واضح اور کھُلا شرک اور کیا ہو سکتا ہے؟

آیت کے آخری حصے کا حاصل یہ ہے کہ اللہ قادرِ مطلق ہے۔ اِس لیے اُس کے ارادے میں کوئی حائل یا مانع نہیں ہو سکتا۔ (قرطبی ۔ تفسیر کبیر، بیضاوی)

حاصلِ استدلال یہ ہے کہ قوّت، اقتدار، قدرت، ارادہ اور اختیار میں کوئی مخلوق چاہے وہ حضرت عیسیٰ اور حضرت مریمؑ ہی کیوں نہ ہوں، خدا کے مدِمقابل نہیں بن سکتے اور نہ اُس کے ارادے کو روک سکتے ہیں۔ اِس لیے کہ وہ بھی خدا کی مخلوق ہیں اور مخلوق خالق کے سامنے عاجز ہے۔ پھر تمھاری عقل کیسے ماری گئی کہ تم حضرت عیسیٰؑ اور حضرت مریمؑ کو خدا کی الوہیت میں شریک ٹھہرا رہے ہو؟ خدا کے سامنے بے اختیاری اور بے بسی میں حضرت عیسیٰؑ اور حضرت مریمؑ ساری مخلوقات کی طرح ہیں۔ اِس حیثیت سے ان میں اور ساری مخلوقات میں ذرّہ برابر کوئی فرق نہیں۔ (کشّاف ۔ تفسیر کبیر)

رہا یہ کہ حضرت عیسیٰؑ بغیر باپ کے پیدا ہوئے تو اِس سے خدا کی قدرت اور عظمت تو ثابت ضرور ہوتی ہے مگر اس سے حضرت عیسیٰؑ کا خدا کا بیٹا ہونا ثابت نہیں ہوتا۔ جو خدا حضرت آدمؑ کو بغیر ماں باپ کے پیدا کر سکتا ہے وہ حضرت عیسیٰؑ کو بغیر باپ کے بھی پیدا کر سکتا ہے۔ بغیر باپ کے پیدا ہونا خدا کے بیٹے ہونے کا ثبوت نہیں بن سکتا۔ (مجمع البیان)

www.drhasanrizvi.org

وَ قَالَتِ الْيَهُوْدُ وَ النَّصٰرٰى (١٨) اور یہودی اور عیسائی کہتے ہیں کہ ہم تو
نَحْنُ اَبْنٰٓؤُا اللّٰهِ وَ اَحِبَّآؤُهٗ ؕ اللہ کے بیٹے ہیں اور اُس کے چہیتے بھی
قُلْ فَلِمَ يُعَذِّبُكُمْ بِذُنُوْبِكُمْ ؕ ہیں۔ اُن سے پوچھو کہ پھر وہ تمہارے گناہوں
بَلْ اَنْتُمْ بَشَرٌ مِّمَّنْ خَلَقَ ؕ کی تمھیں سزا کیوں دیتا ہے؟ درحقیقت
يَغْفِرُ لِمَنْ يَّشَآءُ وَ يُعَذِّبُ تم بھی بالکل ویسے ہی انسان ہو جیسے اور
مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَ لِلّٰهِ مُلْكُ انسان خدا نے پیدا کیے ہیں۔ وہ جسے چاہتا
السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَ مَا ہے معاف کر دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے
بَيْنَهُمَا ز وَ اِلَيْهِ الْمَصِيْرُ ١٨ سزا دیتا ہے۔ آسمانوں اور زمین اور اُن کے
درمیان کی تمام چیزیں اللہ ہی کی ملکیت ہیں اور اُن سب کو اُسی کی طرف پلٹ کر جانا ہے۔

اللہ نے یہودیوں اور عیسائیوں کی شیخی کا منہ توڑ جواب دیا ہے

یہودیوں کا خیال تھا کہ وہ خدا کے بیٹے عُزیرؑ کے پیروکار ہیں۔ اس لیے وہ بھی خدا کے بیٹے ہیں۔ اور عیسائیوں کا خیال ہے کہ ہم خدا کے بیٹے حضرت عیسیٰؑ کے ماننے والے ہیں اس لیے ہم بھی خدا کے بیٹے ہیں۔ اور کیونکہ جن کو ہم مانتے ہیں، وہ خدا کے دوست تھے اس لیے ہم بھی خدا کے دوست ہیں۔ (تفسیر صافی صہ ١٣٤)

خدا نے اِس قسم کے اُلٹے سُلٹے دعووں کے جواب میں پہلے تو اُن کے ضمیر کو للکارا۔ پھر اُن سے سوال کیا کہ "اگر تم خدا کے بیٹے اور چہیتے ہو تو پھر خدا نے کیوں تم کو سزا دی"؟
(تبیان۔ مجمع البیان)

www.drhasanrizvi.org

عیسائیوں کا بھی یہی عقیدہ تھا کہ ہم ابن اللہ کے دربار میں پیش ہوں گے اور یہودیوں کا خیال تھا کہ اُن کے باپ دادا حضرت یعقوبؑ، حضرت اسحاقؑ اور حضرت ابراہیمؑ اُنھیں خدا کے عذاب سے بچالیں گے۔ مسلمانوں میں بھی اِسی قسم کی ذہنیت کے سراغ ملتے ہیں۔ جو شفاعت کا غلط تصوّر ہے۔ بقول شاعر ؎

رند بخشے گئے قیامت میں ٭ شیخ چیختا رہا حساب حساب

ایسی نادانی کی احمقانہ باتوں پر بس یہی کہا جا سکتا ہے کہ: ؏

دل کے بہلانے کو غالبؔ یہ خیال اچھا ہے

حضرت امام جعفر صادقؑ نے فرمایا:

"جو خدا کی اطاعت نہ کرے، اُس سے ہمارا کوئی تعلق نہیں۔ اور ہماری شفاعت بے نمازیوں، ظالموں اور حرامخوروں تک نہیں پہنچے گی۔" (الحدیث)

حضرتِ امام محمد باقر علیہ السّلام سے کافی میں ایک طویل حدیث منقول ہے جس کے آخری چند کلمات یہ ہیں: "اے جابر! مردِ مسلمان نے محبتِ علیؑ کا زبان سے اقرار کرلینا کافی سمجھ لیا ہے اور اعمالِ صالح نہ بجالائے۔ پس اگر کوئی رسولِ خداؐ سے زبانی محبت کا اقرار کرے اور اُن کی سنّت پر عمل نہ کرے تو آنحضرتؐ کی زبانی محبت اُسے کچھ نفع نہ دیگی۔ پس خدا سے ڈرو اور عمل کرو اِس لیے کہ خدا کے اور کسی شخص کے درمیان کوئی رشتۂ قرابت نہیں ہے۔ خدا کے نزدیک وہی زیادہ محبوب ہے جو متّقی ہے۔ پھر فرمایا: اے جابر! ہمارے پاس آتشِ جہنم سے بری ہونے کا پروانہ نہیں ہے جو خدا کا فرمانبردار ہے وہ ہمارا دوست ہے اور جو خدا کا عاصی ہے وہ ہمارا دشمن ہے اور ہماری ولایت اُس کو نہیں پہنچ سکتی جو باعمل اور پرہیزگار نہ ہو۔ (ملخص از اصول کافی باب اطاعت و تقوٰی کتاب کفر و ایمان)

www.drhasanrizvi.org

يَاَهْلَ الْكِتٰبِ قَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلُنَا يُبَيِّنُ لَكُمْ عَلٰى فَتْرَةٍ مِّنَ الرُّسُلِ اَنْ تَقُوْلُوْا مَا جَآءَنَا مِنْ بَشِيْرٍ وَّلَا نَذِيْرٍ فَقَدْ جَآءَكُمْ بَشِيْرٌ وَّنَذِيْرٌ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝ ١٩

(١٩) اے اہلِ کتاب! ہمارا یہ رسولؐ تمھارے پاس واضح تعلیمات لے کر ایسے وقت آیا ہے کہ جب کافی عرصے سے رسولوںؑ کا آنا بند تھا[ف] تاکہ تم یہ نہ کہ سکو کہ ہمارے پاس تو خوشخبری دینے والا اور ڈرانے والا کوئی بھی نہیں آیا۔ تو لو یہ ایک خوشخبری دینے والا اور ڈرانے والا آ گیا۔ اور اللہ تو ہر چیز پر مکمّل قدرت رکھتا ہے۔

ف "فَتْرَةٍ" سے مراد وہ زمانہ ہے جو رسولوںؑ کے درمیان گذرتا ہے اور جس میں وحی نہیں آتی۔ (تفسیر صافی ص ۱۳۲) — فترۃ کے اصل معنی انقطاعِ عمل یا سکون کے ہیں۔ (قرطبی)

جناب صدوقؒ نے فرمایا کہ "فترۃ" سے مراد وہ زمانہ ہے جس میں کوئی نبی یا نبی کا وصی ظاہر اور مشہور نہ ہو۔ جنابِ رسولِ خداؐ اور حضرت عیسٰیؑ کے درمیان بہت سے نبی اور امام ہوئے ہیں مگر وہ خوف کی وجہ سے چھپے رہے۔ (اکمال الدین از شیخ صدوقؒ)

امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا کہ "زمین کبھی حجتِ خدا سے خالی نہیں رہتی خواہ وہ حجت ظاہر و مشہور ہو یا خوفزدہ ہو کر پوشیدہ رہے۔"

خاص طور پر حضرت عیسٰیؑ اور ہمارے رسولؐ کے درمیان چھ سو سال کے وقفے کو "فترہ" کہتے ہیں کیونکہ جناب رسولِ خداؐ کا سالِ ولادت ۶۱۰ عیسوی ہے۔ (قرطبی)

www.drhasanrizvi.org

وَاِذْ قَالَ مُوْسٰى لِقَوْمِهٖ (۲۰) اور جب موسیٰؑ نے اپنی قوم سے کہا کہ:

يٰقَوْمِ اذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ جَعَلَ فِيْكُمْ اَنْۢبِيَآءَ وَجَعَلَكُمْ مُّلُوْكًا ۖ وَّاٰتٰىكُمْ مَّا لَمْ يُؤْتِ اَحَدًا مِّنَ الْعٰلَمِيْنَ ۞ ۲۰

"اے میری قوم والو! اللہ کی اُس نعمت کو یاد کرو جو اُس نے تمھیں عطا کی کہ اُس نے تم میں سے نبیؑ بنائے اور تم کو بادشاہ بنایا اور تمھیں وہ چیزیں دیں جو دُنیا میں کسی کو بھی نہیں دی تھیں۔

جَعَلَ فِيْكُمْ اَنْۢبِيَآءَ وَجَعَلَكُمْ مُّلُوْكًا :

تم میں نبی بنائے اور تم کو بادشاہ بنایا

محققین نے لکھا کہ: خدا نے بادشاہوں کے لیے تو کہا کہ "تم کو بادشاہ بنایا" مگر پیغمبروں کے لیے فرمایا: "تم میں پیغمبر بنائے"۔ اِس سے معلوم ہوا کہ ہر شخص پیغمبر نہیں بن سکتا۔ ہر شخص میں وہ جوہر ہوتا ہی نہیں کہ وہ پیغمبر یا اُس کا جانشین بن جائے یہ جوہر خاص افراد میں ہوتا ہے۔ اِسی لئے خدا ہی اُس جوہر کو جانتا ہے اور اسی لیے وہی پیغمبرؐ بناتا ہے، مگر بادشاہ ہونے کے لیے وہ خاص جوہر درکار نہیں ہوتا۔

اب کیونکہ پیغمبرؐ کو خدا بناتا ہے تو اُس کو ماننا (یعنی صرف ماننا ہی کافی نہیں ہے بلکہ اطاعت کرنا بھی) ضروری ہوتا ہے۔ رہے بادشاہ، تو وہ ایک امرِ اعتباری ہے اس کا تعلق دنیا والوں کے مان لینے سے ہے کسی کو بادشاہ مان لیا تو بادشاہ یا وزیر بن گیا اور نہیں مانا تو نہ بنا لیکن پیغمبر کو خدا پیغمبر بناتا ہے اب کوئی مانے یا نہ مانے اُس کے پیغمبر ہونے میں کوئی شک و شبہ نہیں۔

www.drhasanrizvi.org

يٰقَوْمِ ادْخُلُوا الْاَرْضَ (۲۱) الْمُقَدَّسَةَ الَّتِيْ كَتَبَ اللّٰهُ لَكُمْ وَلَا تَرْتَدُّوْا عَلٰٓى اَدْبَارِكُمْ فَتَنْقَلِبُوْا خٰسِرِيْنَ ۝ ۲۱

اے میری قوم والو! اس پاک سرزمین میں داخل ہو جاؤ جو اللہ نے تمھارے لیے لکھ دی ہے۔ اور (دیکھو!) پیٹھ دکھا کو نہ بھاگنا ورنہ ناکام و نامراد نقصان اُٹھا کر پلٹو گے۔

بنی اسرائیل کو مسلسل نافرمانی کی سزا

حضرت امام محمّد باقر علیہ السّلام سے روایت ہے کہ جناب رسولِ خدا نے فرمایا کہ: "مقدّس زمین سے مراد "ملکِ شام" ہے۔" (تفسیر صافی ص ۱۳۲ بحوالہ تفسیر عیاشی)
(اب اس علاقے کو فلسطین کہتے ہیں)

حضرت امام جعفر صادق علیہ السّلام سے روایت ہے کہ جناب رسول خدا نے فرمایا کہ:
"خدا نے بنی اسرائیل سے کہا کہ تم اس پاک و مقدّس زمین میں چلے جاؤ، مگر وہ اُس میں داخل نہ ہوئے۔ تو خدا نے وہ زمین اُن پر اور اُن کے بیٹوں پر حرام کر دی۔ پھر اُن کے پوتے اُس میں داخل ہوئے۔" (تفسیر عیاشی)

حضرتِ امام محمّد باقر علیہ السّلام سے روایت ہے کہ جناب رسولِ خدا نے فرمایا کہ:
"وہ مقدّس زمین بنی اسرائیل کے واسطے خدا کے ہاں لکھی گئی (مگر کیونکہ اُنھوں نے خدا کا کہنا نہ مانا اِس لیے) پھر خدا نے اِس زمین کو اُن کے نام سے مٹا دیا۔ (اس کو قانون بداء کہتے ہیں)
(تفسیر صافی ص ۱۳۲ بحوالہ تفسیر عیاشی)

www.drhasanrizvi.org

"تاریخ یہ ہے کہ" جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نمرود کے ظلم کی وجہ سے عراق سے نکلے تو شام میں کنعان کے علاقے میں جاکر قیام فرمایا۔ اب اس علاقے کو فلسطین کہتے ہیں۔ حضرت یعقوبؑ کے زمانے تک یہ خاندان یہیں رہا۔ پھر جب حضرت یوسفؑ مصر کے بادشاہ بن گئے تو آپؑ نے اس خاندان کے تمام افراد کو مصر بلوالیا۔ حضرت یوسفؑ کے بعد مصر میں ملکی اور غیر ملکی کا سوال پیدا ہوا تو وہاں کے مقامی لوگ جو قبطی کہلاتے تھے ان پر غالب آگئے اور پھر انھوں نے حضرت یعقوبؑ کی اولاد کو، جو بنی اسرائیل کہلاتی ہے، اپنا غلام بنالیا اور ان پر طرح طرح کے ظلم ڈھائے۔ بالآخر خدا نے حضرت موسیٰؑ کو بھیجا تو انھوں نے بنی اسرائیل کو قبطیوں کی غلامی سے نجات دلائی۔

ادھر کنعان یا فلسطین کے علاقے پر عمالقہ کی قوم نے قبضہ کرلیا تھا جو وہاں طرح طرح کے ظلم ڈھارہے تھے۔ اب خدا نے بنی اسرائیل کو حکم دیا کہ تم فلسطین جاکر ان کا مقابلہ کرو۔ ہم تمھاری مدد کریں گے۔ مگر انھوں نے مقابلہ نہ کیا۔ اور عمالقہ کی قوم سے ڈر گئے۔ جس کا بیان آگے آئے گا۔ (فصل الخطاب)

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے یہ تقریر اُس وقت کی تھی جب بنی اسرائیل مصریوں کی غلامی سے آزاد ہوکر جزیرہ نمائے سینا میں آزادی سے نقل و حرکت کررہے تھے۔ اُس وقت فلسطین، جو اُن کا آبائی وطن تھا، پر ایک ظالم غاصب قوم عمالقہ حکومت کررہی تھی۔ یہ زمانہ ۱۴۴۰ قبل مسیح کا تھا۔

(ماجدی)

www.drhasanrizvi.org

قَالُوْا يٰمُوْسٰۤى اِنَّ فِيْهَا قَوْمًا جَبَّارِيْنَ ۖ وَاِنَّا لَنْ نَّدْخُلَهَا حَتّٰى يَخْرُجُوْا مِنْهَا ۚ فَاِنْ يَّخْرُجُوْا مِنْهَا فَاِنَّا دٰخِلُوْنَ ۝ ۲۲

(۲۲) اُنھوں نے کہا: اے موسیٰؑ! بلاشبہ اِس شہر میں تو بڑے زبردست لوگ رہتے ہیں۔ ہم تو وہاں ہرگز بھی داخل نہ ہوں گے جبتک وہ لوگ وہاں سے نکل نہ جائیں۔ ہاں اگر وہ وہاں سے نکل جائیں گے تو پھر ہم ضرور داخل ہوں گے۔

قَالَ رَجُلٰنِ مِنَ الَّذِيْنَ يَخَافُوْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمَا ادْخُلُوْا عَلَيْهِمُ الْبَابَ ۚ فَاِذَا دَخَلْتُمُوْهُ فَاِنَّكُمْ غٰلِبُوْنَ ۚ وَعَلَى اللّٰهِ فَتَوَكَّلُوْۤا اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۝ ۲۳

(۲۳) مگر اُن میں سے دو شخصوں[۲] نے جو اللہ سے ڈرتے تھے اور جن کو اللہ نے اپنی نعمت عطا کی تھی" کہا: "جب تم مقابلہ کرتے ہوئے دروازے سے داخل ہو جاؤ گے تو تم ہی غالب رہو گے۔ بس اللہ پر بھروسہ رکھو اگر تم مومن ہو"۔

آیت ۲۲[۱]: جبّار، بڑے ڈیل ڈول والے انسان کو بھی کہتے ہیں جو لمبے چوڑے اور طاقتور ہوں۔ (قرطبی - تفسیر کبیر)

آیت ۲۳[۲]: حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت ہے کہ جناب رسولِ خدا نے فرمایا کہ:

"یہ دونوں شخص حضرت یوشع بن نون اور کالب بن یوقنا ہیں۔ یہ دونوں حضرت موسیٰؑ کے چچا زاد بھائی تھے"۔ (تفسیر صافی صفحہ ۱۳۲ بحوالہ تفسیر عیاشی)

www.drhasanrizvi.org

قَالُوْا يٰمُوْسٰٓى اِنَّا لَنْ (۲۴) لیکن بنی اسرائیل نے، کہا: اے موسیٰؑ!
نَّدْخُلَهَآ اَبَدًا مَّا دَامُوْا ہم تو وہاں کبھی نہ جائیں گے، جب تک کہ
فِيْهَا فَاذْهَبْ اَنْتَ وَرَبُّكَ وہ لوگ وہاں موجود ہیں۔ بس تم اور تمھارا
فَقَاتِلَآ اِنَّا هٰهُنَا قٰعِدُوْنَ ۝ (۲۴) رب دونوں جاؤ اور لڑو، ہم تو یہیں بیٹھے
ہوئے ہیں۔

قَالَ رَبِّ اِنِّىْ لَآ اَمْلِكُ اِلَّا (۲۵) (موسیٰؑ نے) کہا: اے میرے مالک!
نَفْسِىْ وَاَخِىْ فَافْرُقْ بَيْنَنَا میں تو کسی پر اختیار ہی نہیں رکھتا سوا
وَبَيْنَ الْقَوْمِ الْفٰسِقِيْنَ ۝ (۲۵) اپنی ذات پر یا اپنے بھائی پر۔ لہٰذا اب تو ہی
ہمیں اِن نافرمان لوگوں سے الگ کر دے۔

بنی اسرائیل نے خدا و رسولؐ کا مذاق بھی اُڑایا

بنی اسرائیل نے صرف یہی نہیں کہ خدا کا حکم نہ مانا، بلکہ اُس کا مذاق بھی اُڑایا۔ جو اُن کے اندازِ کلام سے ظاہر ہے کہ "تم اور تمھارا خدا جا کر لڑے ہم تو یہیں بیٹھے ہیں" حکم عدولی کے ساتھ ساتھ تمسخر، کفر و فسق کی شدید ترین قسم ہے۔ اِسی موقع پر حضرت موسیٰؑ نے ہارونؑ کا ہاتھ پکڑ کر اُٹھایا اور کہا: "اے مالک! مجھے سوا اپنے اور اپنے بھائی کے کسی پر اختیار نہیں"۔ اِس سے معلوم ہوا کہ سوا حضرت ہارونؑ کے ساری قوم نے حکمِ خدا کو ماننے سے انکار کر دیا تھا۔ یا کم سے کم بہت بڑی اکثریت فاسق ہو چکی تھی۔

(تفسیر علی ابن ابراہیم۔ تفسیر تبیان؛ فصل الخطاب)

www.drhasanrizvi.org

قَالَ فَاِنَّهَا مُحَرَّمَةٌ عَلَيْهِمْ اَرْبَعِيْنَ سَنَةً ۚ يَتِيْهُوْنَ فِي الْاَرْضِ ؕ فَلَا تَاْسَ عَلَى الْقَوْمِ الْفٰسِقِيْنَ ۝٢٦

(٢٦) (اللہ نے) جواب دیا: اچھا تو پھر اب یہ ملک چالیس سال تک کے لیے ان پر حرام ہے۔ اب یہ (اسی زمین میں) مارے مارے پھرتے ہی رہیں گے۔ اب تم ان کہنا نہ ماننے والوں پر افسوس نہ کرو۔

پیغمبرؐ کی نافرمانی کی سزا

یہاں حرام ہونے کے معنی یہ ہیں کہ "تقدیر نے فیصلہ کر دیا کہ اب یہ اس شہر میں داخل نہ ہو سکیں گے۔ (تبیان)

"تیہ" کے معنی حیران ہو کر سرگرداں ہونا۔ کیونکہ بنی اسرائیل اس صحرا میں سزا کے طور پر حیران پریشان گھومتے رہے اس لیے بعد میں اس زمین کا نام ہی "تیہ" ہو گیا۔ پھر بعد میں حضرت موسیٰؑ کے جانشین یوشع بن نونؑ کی سرکردگی میں بنی اسرائیل فلسطین میں داخل ہوئے۔ (فصل الخطاب)

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت ہے کہ جناب رسولِ خداؐ نے فرمایا: "قسم ہے اُس کی جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے کہ جو لوگ تم سے پہلے گذر چکے ہیں، تم ضرور اُن کے قدم بہ قدم (نَعْلَ بِالنَّعْلِ) چلو گے اور ذرا بھی فرق نہ کرو گے۔ حضرت موسیٰؑ نے اپنی قوم سے جنکی تعداد چھ لاکھ تھی فرمایا: "اے قوم! اس مقدس زمین میں داخل ہو جاؤ جس کو خدا نے تمہارے لیے لکھ دیا ہے۔" مگر اُنھوں نے یہ حکم حضرت موسیٰؑ پر واپس لوٹا دیا۔ اور کہا کہ: "اے موسیٰؑ! اس میں تو بڑے زبردست لوگوں کی قوم رہتی ہے۔۔" نتیجہ یہ ہوا کہ حضرت ہارونؑ اور آپ کے بیٹے اور

(باقی اگلے صفحے کے حاشیے میں ملاحظہ فرمائیں)

www.drhasanrizvi.org

وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَاَ ابْنَيْ اٰدَمَ بِالْحَقِّ ۘ اِذْ قَرَّبَا قُرْبَانًا فَتُقُبِّلَ مِنْ اَحَدِهِمَا وَلَمْ يُتَقَبَّلْ مِنَ الْاٰخَرِ ؕ قَالَ لَاَقْتُلَنَّكَ ؕ قَالَ اِنَّمَا يَتَقَبَّلُ اللّٰهُ مِنَ الْمُتَّقِيْنَ ۝ ٢٧

(٢٧) اور انھیں آدمؑ کے دونوں بیٹوں کا قصّہ ٹھیک ٹھیک سنا دیجیئے۔ جب اُن دونوں نے قربانی پیش کی تو اُن میں سے ایک کی قربانی تو قبول کی گئی، مگر دوسرے کی قبول نہیں کی گئی۔ تو اُسنے کہا کہ میں تجھ کو ضرور قتل کرونگا۔ دوسرے نے کہا کہ "خدا صرف بُرے کاموں سے بچنے والوں کے کام قبول کرتا ہے۔"[ا]

(پچھلے صفحے کا بقیہ) یوشع بن نون اور کالب بن یوقنا کے سوا باقی سب نے نافرمانی کی۔ اِس لیئے اللہ نے اُن سب کو فاسقین فرمایا۔ اِسی نافرمانی کی وجہ سے وہ لوگ چالیس سال سرگرداں رہے۔"

امامؑ نے فرمایا: پھر اِس جیسا واقعہ ہمارے رسولؐ کی وفات کے بعد اس اُمّت پر گذرا۔ اِس طرح جناب رسولِ خداؐ کی پیشنگوئی پوری ہوگئی۔"

(تفسیر صافی ص۱۳۲ بحوالہ تفسیر عیاشی)

آیت [ا] ٢٧: وَاتْلُ عَلَيْهِمْ۔ مقصد یہ ہے کہ جو بھی نبیؑ کی نافرمانی کرے گا وہ بالآخر تو خسارے وندامت میں رہے گا۔ بنی اسرائیل نے اپنے پیغمبرؑ کا کہنا نہ مانا تو مصائب اُٹھاتے رہے یہ سلسلہ دراصل ابتداء سے چل رہا ہے۔ چنانچہ حضرت آدمؑ کے دو فرزندوں میں سے ہابیل نے اپنے باپ پیغمبرؑ کے حکم پر عمل کیا تو وہ متقی بن گیا اور اللہ نے اُس کی قربانی کو قبول فرمالیا، لیکن دوسرا بڑا بیٹا قابیل نافرمان تھا، اُس کی قربانی کو اللہ نے ردّ فرمادیا تو وہ مزید فسق وفجور میں مبتلا ہوگیا۔

www.drhasanrizvi.org

لَئِنْۢ بَسَطْتَ اِلَیَّ یَدَكَ (۲۸)
لِتَقْتُلَنِیْ مَاۤ اَنَا بِبَاسِطٍ یَّدِیَ
اِلَیْكَ لِاَقْتُلَكَ ۚ اِنِّیْۤ اَخَافُ
اللّٰهَ رَبَّ الْعٰلَمِیْنَ ○ ۲۸

اگر تُو نے مجھے قتل کرنے کے لیے اپنا ہاتھ بڑھایا تو میں تجھے قتل کرنے کے لیے اپنا ہاتھ نہ بڑھاؤں گا کیونکہ میں تو تمام جہانوں کے رب سے ڈرتا ہوں

اِنِّیْۤ اُرِیْدُ اَنْ تَبُوْٓاَ بِاِثْمِیْ وَ (۲۹)
اِثْمِكَ فَتَكُوْنَ مِنْ اَصْحٰبِ النَّارِ ۚ
وَ ذٰلِكَ جَزٰٓؤُا الظّٰلِمِیْنَ ۚ○ ۲۹

میں تو چاہتا ہوں کہ تُو ہی میرا بھی گناہ اُٹھا اور اپنا بھی گناہ اُٹھا اور دوزخی بن جا۔ (کیونکہ) حد سے بڑھنے والوں (ظالموں) کی یہی سزا ہے۔

فَطَوَّعَتْ لَهٗ نَفْسُهٗ قَتْلَ اَخِیْهِ (۳۰)
فَقَتَلَهٗ فَاَصْبَحَ مِنَ الْخٰسِرِیْنَ ○ ۳۰

آخر کار اُس کے نفس نے اُسے اپنے بھائی کی جان لینے کی رغبت دلا کر اُس کے لیے یہ کام آسان کر دیا۔ اور وہ اُسے قتل کر کے اُن لوگوں میں شامل ہو گیا جو بڑا نقصان اُٹھانے والے ہیں۔

سب سے پہلا قاتل نبی کا نافرمان تھا

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے کسی نے پوچھا کہ لوگ کہتے ہیں کہ قابیل نے ہابیل کو اس وجہ سے قتل کیا کہ دونوں کا آپس میں اپنی بہن کے بارے میں جھگڑا تھا۔؟ حضرت امامؑ نے فرمایا: "تجھے خدا کے نبیؑ حضرت آدمؑ کے خلاف ایسی بات کہتے شرم نہیں آتی۔" اُس شخص نے پوچھا کہ پھر قابیل نے ہابیل کو کس وجہ سے

www.drhasanrizvi.org

قتل کیا تھا۔؟ حضرت امامؑ نے فرمایا: "وصایت کے سبب سے۔ خدا نے حضرت آدمؑ پر وحی کی تھی کہ ہابیل کو اپنا وصی قرار دو، اُن کو اسمِ اعظم کی تعلیم دو۔ جبکہ قابیل، ہابیل سے عمر میں بڑا تھا۔ جب اُس نے یہ سُنا تو غضبناک ہوا۔ اُس نے کہا: اِس عزّت کا (یعنی وصی ہونے کا) میں مستحق ہوں۔" اِس پر حضرت آدمؑ نے فرمایا: "مجھے خدا کی طرف سے یہ ہدایت و حکم ہوا ہے کہ تم دونوں بھائی اِس سلسلے میں اللہ کی بارگاہ میں اپنی اپنی قربانی پیش کرو۔ چنانچہ خدا نے ہابیل کی قربانی قبول فرمائی۔ اِس پر قابیل کو اور زیادہ غصہ آیا، اور اُس نے ہابیل کو قتل کر دیا۔"

* ―――― تفسیر صافی ص۱۳۳ بحوالہ تفسیر عیاشی

حضرت امام محمد باقر علیہ السّلام نے فرمایا: "اُس زمانے میں قربانی کے قبول ہونے کی یہ نشانی تھی کہ آگ اُس کو کھا جاتی تھی۔ اِسی لیے قابیل نے آگ کے لیے ایک مکان بنایا۔ اور وہی پہلا شخص ہے جس نے اُس مکان میں آگ کی پرستش و عبادت اِس لیے کی تاکہ وہ آگ میری قربانی کو قبول کرے۔ (یہیں سے شرک کی ابتداء ہوئی) پھر ابلیسِ لعین قابیل کے پاس آیا اور کہا کہ ہابیل کی قربانی تو قبول ہو گئی اور تیری قربانی قبول نہ ہوئی۔ اور تُو نے ہابیل کو چھوڑ دیا۔ اب اُس کی اولاد تیری اولاد کے مقابلے میں ہمیشہ فخر کیا کرے گی۔ پہلا گریہ پہلا نوحہ و ماتم پہلے نبیؑ نے کیا

اِس پر قابیل نے ہابیل کو قتل کر دیا۔ پھر جب قابیل، حضرت آدمؑ کے پاس آیا تو حضرت آدمؑ نے پوچھا کہ ہابیل کہاں ہے؟ اُس نے کہا: میں نہیں جانتا۔ آپ نے مجھے اُس کا محافظ تو نہیں بنایا تھا۔ جب حضرت آدمؑ نے ہابیل کو ڈھونڈا تو اُن کو مقتول پایا۔ آپ نے اُس زمین کے ٹکڑے پر لعنت کی جس نے ہابیل کا خون قبول کیا (یعنی چوسا) پھر حضرت آدمؑ ہابیل کے ماتم میں چالیس دن روئے۔ (اکمال الدین)

www.drhasanrizvi.org

فَبَعَثَ اللّٰهُ غُرَابًا يَّبْحَثُ (۳۱) فِي الْاَرْضِ لِيُرِيَهٗ كَيْفَ يُوَارِيْ سَوْءَةَ اَخِيْهِ ۭ قَالَ يٰوَيْلَتٰٓى اَعَجَزْتُ اَنْ اَكُوْنَ مِثْلَ ھٰذَا الْغُرَابِ فَاُوَارِيَ سَوْءَةَ اَخِيْ ۚ فَاَصْبَحَ مِنَ النّٰدِمِيْنَ ۝ۚۛ

پس اللہ نے ایک کوّے کو بھیجا جو زمین کھودنے لگا تاکہ اُسے دکھائے کہ وہ کیسے اپنے بھائی کی لاش کو چھپائے (یہ عمل دیکھ کر) وہ بولا: ہائے افسوس، کیا میں اس کوّے جیسا بھی نہ ہو سکا کہ اپنے بھائی کی لاش ہی کو چھپا سکتا؛ پھر تو وہ پچھتانے والوں میں سے ہوگیا۔

تدفینِ میت کا طریقہ اللہ کی طرف سے ہے

فرزندِ رسول امام زین العابدین ؑ

روایت ہے کہ جناب رسولِ خدا نے فرمایا: "قابیل یہ تک نہیں جانتا تھا کہ اپنے بھائی کو کس طرح قتل کرے آخرکار ابلیسؑ نے آکر اُس کو بتایا کہ اُس کا سر دو پتھروں کے درمیان رکھ کر کچل دے۔ پھر جب وہ قتل کر چکا تو یہ نہیں جانتا تھا کہ اب لاش کو کہاں ٹھکانے لگائے؟ یہاں تک کہ دو کوّے آئے۔ ایک نے دوسرے کو اپنے پنجوں سے مار ڈالا۔ پھر اپنے پنجوں اور چونچ سے زمین کھود کر اس میں دبا دیا۔ یہ دیکھ کر قابیل نے کہا: "ہائے افسوس۔ میری خرابی۔ کیا میں اس سے بھی عاجز ہوگیا کہ میں اِس کوّے کی مثل ہو جاؤں۔" پھر بھائی کی لاش کو زمین کھود کر دفن کر دیا۔ اُسی دن سے مُردوں کو زمین میں دفن کرنے کا سلسلہ جاری ہوا۔" ** حوالہ

کہتے ہیں کہ خدا نے ایک فرشتہ کوّے کی شکل میں بھیجا جو مقتول پر مٹی ڈالنے لگا تاکہ قابیل کو مقتول کے دفن کی تعلیم دے۔

(تفسیر انوار النجف۔ صفحہ ۹۱ جلد ۵)

** تفسیر صافی صفحہ ۱۳۳ بحوالہ تفسیر قمی)

www.drhasanrizvi.org

مِنْ اَجْلِ ذٰلِكَ ۛۚ كَتَبْنَا عَلٰى بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اَنَّهٗ مَنْ قَتَلَ نَفْسًۢا بِغَيْرِ نَفْسٍ اَوْ فَسَادٍ فِي الْاَرْضِ فَكَاَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِيْعًا ؕ وَمَنْ اَحْيَاهَا فَكَاَنَّمَآ اَحْيَا النَّاسَ جَمِيْعًا ؕ وَلَقَدْ جَآءَتْهُمْ رُسُلُنَا بِالْبَيِّنٰتِ ثُمَّ اِنَّ كَثِيْرًا مِّنْهُمْ بَعْدَ ذٰلِكَ فِي الْاَرْضِ لَمُسْرِفُوْنَ ۝ ۳۲

(۳۲) اسی وجہ سے بنی اسرائیل پر ہم نے یہ لازمی قرار دیا تھا کہ جو شخص بھی کسی ایک انسان کو قتل کرے سوا اس کے کہ وہ کسی جان کا بدلہ لینے یا زمین پر فساد پھیلانے سے روکنے کے لیے قتل کرے، تو وہ ایسا ہے جیسے کہ اُس نے تمام آدمیوں کو قتل کر دیا۔ اور جو کسی انسان کی جان بچائے یا اُس کی زندگی کا سامان کرے، وہ ایسا ہے کہ جیسے اُس نے تمام آدمیوں کی جان بچائی یا اُن کی زندگی کا سامان کیا۔ اور ہمارے رسول پے در پے اُن کے پاس کھلی کھلی دلیلیں اور احکامات لے کر آئے، مگر اس کے باوجود بھی، اُن میں سے اکثر لوگ زمین پر ظلم اور زیادتیاں کرنے والے ہیں۔

بے گناہ کے قتل اور فساد برپا کرنے کی سزا اور بے گناہ انسان کو قتل یا حادثے سے بچا لینے کا ثواب

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ جناب رسولِ خدا ص نے فرمایا: "جہنم میں ایک وادی ہے جس میں تمام آدمیوں کا قتل کرنے والا بھی داخل کیا جائے گا اور اُسی وادی میں ایک آدمی کا قتل کرنے والا بھی جھونکا جائے گا۔"

(تفسیر صافی صفحہ ۱۳۴ بحوالہ تفسیر عیاشی اور مَن لا یحضرہُ الفقیہ) (تفسیر کا باقی حصہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں)

www.drhasanrizvi.org

(پچھلے صفحے کی تفسیر کا بقیہ)

نتیجہ :۔ مفسّرین نے اِس آیت سے نتیجہ نکالا کہ "جو شخص کسی آدمی کو جلنے یا ڈوبنے یا عمارت کے نیچے دب جانے یا درندے کے پھاڑ کھانے سے بچالے یا اُس کے اخراجات کی کفالت کرے، یا فقیری کی حالت میں اُسے اِتنا دے کہ اُس کی ضروریات پوری ہو جائیں تو اِن سب حالتوں میں یہی سمجھا جائے گا کہ اُس نے تمام آدمیوں کو زندہ کر دیا۔ مگر اِن تمام کاموں میں سب سے افضل یہ ہے کہ کسی کو گمراہی سے نکال کر سیدھے راستے پر لے آیا جائے (کیونکہ یہی اصل زندگی ہے۔)

حضرتِ امام جعفر صادقؑ نے کسی سے سوال کیا کہ "اگر کوئی شخص ڈوب رہا ہے اور دوسری طرف کوئی شخص کسی بیمار جاہل کو گمراہ کر رہا ہے، اِن دونوں آدمیوں میں کون زیادہ مدد کا مستحق ہے اور تم کس کی مدد کرو گے؟ عرض کی: فرزندِ رسولؐ! میں ڈوبنے والے کی مدد کروں گا تاکہ وہ زندہ بچ جائے۔ آپؑ نے فرمایا: "نہیں۔ بلکہ اس کو گمراہی سے بچایا جائے۔ کیونکہ ڈوبنے والا اکیلا ہی ڈوبے گا۔ اور گمراہ ہونے والے کی نسل میں گمراہی پیدا ہو جائے گی جس سے کثیر آدمی گمراہ ہوں گے۔

جناب رسولِ خداؐ نے فرمایا: "زمین پر جو خون بھی ناحق بہایا جاتا ہے اُس کا ایک حصہ قابیل کے نامۂ اعمال میں بھی لکھ دیا جاتا ہے۔ کیونکہ اُسی نے اِس بُرے کام کی بنیاد ڈالی۔ (بخاری شریف، کتاب الانبیاء)

زمین پر فساد کے عوض قتل کرنے کا مطلب یہ ہے کہ کسی کو اِس جرم میں قتل کیا جائے کہ اُس نے ملک میں خواہ مخواہ بدامنی پھیلائی۔ جیسے ڈکیتی، حرامکاری، قتل و غارت وغیرہ کا ارتکاب کیا۔ (تفسیر کبیر)

www.drhasanrizvi.org

اِنَّمَا جَزٰٓؤُا الَّذِیْنَ یُحَارِبُوْنَ (۳۳) اللّٰہَ وَرَسُوْلَهٗ وَیَسْعَوْنَ فِی الْاَرْضِ فَسَادًا اَنْ یُّقَتَّلُوْٓا اَوْ یُصَلَّبُوْٓا اَوْ تُقَطَّعَ اَیْدِیْهِمْ وَاَرْجُلُهُمْ مِّنْ خِلَافٍ اَوْ یُنْفَوْا مِنَ الْاَرْضِ ؕ ذٰلِكَ لَهُمْ خِزْیٌ فِی الدُّنْیَا وَلَهُمْ فِی الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ عَظِیْمٌ ۙ ۳۳

جو (ڈاکو) لوگ خدا اور اُس کے رسول سے لڑتے ہیں اور زمین میں فساد برپا کرنے کے لیے دوڑتے پھرتے ہیں اُن کی سزا یہی ہے کہ اُنھیں مار ڈالا جائے یا سُولی پر چڑھا دیا جائے، یا اُن کے ہاتھ پاؤں مخالف سمتوں سے کاٹ دیے جائیں (یعنی داہنا ہاتھ بایاں پاؤں) یا پھر اُن کو اُن کے وطن سے نکال دیا جائے۔ یہ تو اُن کے لیے دُنیا میں ذلت و خواری ہے اور آخرت میں تو اُن کیلئے بڑی ہی سخت سزا ہے۔

فسادیوں (لُٹیروں، ڈاکوؤں، قاتلوں) کی سزائیں

حضرت امام جعفر صادق علیہ السّلام سے روایت ہے کہ بنی ضبّہ کا ایک گروہ بیمار ہو کر جناب رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں آیا۔ آپؐ نے فرمایا کہ "تم ہمارے پاس ٹھہرو۔ جب تم لوگ تندرست ہو جاؤ گے تو تم کو جہاد پر بھیجیں گے۔"

اُنھوں نے عرض کی کہ ہمیں مدینے کے باہر بھیج دیجیے۔ لہٰذا جناب رسولِ خداؐ نے اُنھیں وہاں بھیج دیا کہ جہاں صدقے کے اونٹوں کا گلّہ رہتا تھا۔ وہاں اُن لوگوں نے خوب اونٹوں کا

(باقی اگلے صفحے پر ملاحظ فرمائیں)

www.drhasanrizvi.org

(پچھلے صفحہ کا بقیہ) ـ دودھ پیا۔ جب وہ تندرست ہوگئے اور قوّت آگئی تو گلّے کے محافظوں کو قتل کیا اور اُونٹوں کو لے کر چلتے بنے۔

جب رسولِ خداؐ کو یہ معلوم ہوا تو آپؐ نے حضرت علیؑ کو اُن کے پیچھے بھیجا۔ یہ لوگ یمن کے قریب ایک وادی میں جاکر راستہ بھول گئے اور باہر نہ نکل سکے۔ حضرت علیؑ نے وہیں جاکر اُن کو گرفتار کرلیا۔ اور جناب رسولِ خداؐ کی خدمت میں لاکر پیش کردیا۔

اُنھیں کی سزا کے بارے میں یہ آیت اُتری۔ جناب رسولِ خداؐ نے اُن کے ہاتھ کٹوادیے، اِس طرح کہ ایک طرف کا ہاتھ کاٹا اور دوسری طرف کا پاؤں کاٹا۔"

(تفسیر صافی صـ۱۳۴ بحوالہ کافی و تفسیر عیاشی)

غرض اِس آیت میں لٹیروں، قاتلوں اور ڈاکوؤں کو خدا اور رسولؐ سے جنگ کرنے والا کہا گیا ہے۔ اِنھیں ڈاکوؤں کی سزا ہاتھ پیر کاٹنا بتائی گئی ہے۔ اب اِس حکم پر وہی لوگ منھ بناتے ہیں جنھیں مجرموں سے تو بڑی ہمدردی ہوتی ہے، مگر جن پر ظلم ہوا اُن سے ہمدردی نہیں ہوتی۔ اِسلام میں سزا جُرم کی نوعیّت کے اعتبار سے دی جاتی ہے۔

شیخ الطائفہ لکھتے ہیں: "اُن کی سزا اُن کے استحقاق کے لحاظ سے ہوگی۔ جو شخص قتل کرے گا اُس کو بھی قتل کیا جائے گا۔ اور اگر مال بھی چھینا ہے اور قتل بھی کیا ہے تو اُس کو سولی دی جائے گی۔ اگر صرف مال پر ڈاکہ ڈالا ہے اور قتل نہیں کیا تو ہاتھ پیر مختلف سمتوں سے کاٹے جائیں گے۔ اگر صرف راستے کو پُرخطر بنایا ہے تو اُس علاقے سے نکال دیا جائے گا۔"

(تفسیر تبیان مطابق بیانِ امام محمد باقرؑ)

www.drhasanrizvi.org

اِلَّا الَّذِیۡنَ تَابُوۡا مِنۡ قَبۡلِ اَنۡ تَقۡدِرُوۡا عَلَیۡہِمۡ ۚ فَاعۡلَمُوۡۤا اَنَّ اللّٰہَ غَفُوۡرٌ رَّحِیۡمٌ ۳۴

(۳۴) سوا اُن کے جو توبہ کرلیں قبل اِس کے کہ تم اُن پر قابو پالو۔ تم پھر یہ جان لو کہ اللہ بڑا ہی معاف کرنے والا (اور) بڑا ہی رحم کرنے والا ہے۔

یٰۤاَیُّہَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہَ وَ ابۡتَغُوۡۤا اِلَیۡہِ الۡوَسِیۡلَۃَ وَ جَاہِدُوۡا فِیۡ سَبِیۡلِہٖ لَعَلَّکُمۡ تُفۡلِحُوۡنَ ۳۵

(۳۵) اے ایمان لانے والو! اللہ کی ناراضگی سے بچو اور اُس کے یہاں (قُربِ حاصل کرنے) کے لیے کوئی ذریعہ یا "وسیلہ" تلاش کرو۔ اور اُس کی راہ میں سخت کوشش کرو۔ شاید اِس طرح تم دُنیا اور آخرت کی ہر طرح کی بھرپور کامیابی حاصل کرو۔

اللہ کا ارشاد اہلِ ایمان سے ہے کہ "وسیلہ تلاش کرو"

آیت ۳۵ : خدا تک پہنچنے کے لیے وسیلہ تلاش کرنے کا مطلب بیان کرتے ہوئے جناب رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "جن لوگوں نے امام حسینؑ کی اولاد میں جو ائمہ ہیں اُن کی اطاعت کی، اُنھوں نے خدا کی اطاعت کی۔ اور جن لوگوں نے اُن اماموں کا کہنا نہ مانا، اُنھوں نے خدا کی نافرمانی کی۔ کیونکہ وہ ائمہ خدا کے دین کی مضبوط رسی ہیں۔

(باقی اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں)

www.drhasanrizvi.org

(پچھلے صفحے کا بقیہ) اور خدا تک پہنچا دینے کا ذریعہ اور وسیلہ ہیں۔"

(عیون اخبار الرضاؑ)

خدا تک پہنچنے کا ایک وسیلہ تو ہمارا ایمان اور عملِ صالح ہے لیکن ظاہری اور خارجی طور پر خدا تک پہنچنے کا وسیلہ رسولؐ اور امامؑ ہوتا ہے۔ اسی لیے قرآن میں ہے کہ "اگر اُن لوگوں نے اپنے اوپر گناہ کر کے ظلم کیا ہے اور پھر اُنھوں نے اللہ سے معافی مانگی اور رسولؐ نے بھی اُن کے لیے خدا سے معافی طلب کی، تو وہ لوگ اللہ کو بہت زیادہ توبہ قبول کرنے والا اور بے حد مسلسل رحم کرنے والا پائیں گے۔" (سورۃ النساء ۶۴)

اور حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت ہے کہ جناب رسولِ خداؐ نے فرمایا:
"تَقَرَّبُوا اِلَیْهِ بِالْاِمَامِ" یعنی اللہ سے قربت حاصل کرو امام کے ذریعے سے۔"

(تفسیر علی ابن ابراہیم)

"وسیلۃ" کے معنی قُرب کے بھی ہیں۔ (ابنِ جریر۔ قرطبی۔ ابنِ قتیبہ)

اور خدا کا قُرب حاصل کرنے کا ایک ذریعہ خدا کے احکامات کی تعمیل ہے۔

(بقول ابنِ عبّاس رض۔ از مدارک، تفسیر کبیر، راغب)

مگر یہ تعمیل رسولِ خداؐ کے بعد امامِ برحق کی ہدایت کے بغیر ممکن نہیں۔ اسی لیے جناب رسولِ خداؐ نے فرمایا تھا۔ "میں تم میں دو گراں قدر چیزیں چھوڑے جاتا ہوں" (۱) اللہ کی کتاب (۲) اور میری عترت میرے اہلِ بیتؑ "تم اِن دونوں سے تمسک اختیار کیے رہو گے تو میرے بعد کبھی ہرگز گمراہ نہ ہو گے۔ اور یہ دونوں کبھی ایک دوسرے سے جدا نہ ہوں گے، یہاں تک کہ میرے پاس حوضِ کوثر پر لوٹ آئیں۔"

(صحیح مسلم شریف) (الحدیث)

www.drhasanrizvi.org

اِنَّ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا لَوۡ اَنَّ لَهُمۡ مَّا فِی الۡاَرۡضِ جَمِیۡعًا وَّمِثۡلَهٗ مَعَهٗ لِیَفۡتَدُوۡا بِهٖ مِنۡ عَذَابِ یَوۡمِ الۡقِیٰمَةِ مَا تُقُبِّلَ مِنۡهُمۡ ۚ وَلَهُمۡ عَذَابٌ اَلِیۡمٌ ○ ۳۶ (۳۶)

یقین جانو کہ جن لوگوں نے کفر کا راستہ اختیار کیا، اگر اُن کے پاس وہ سب کچھ آجائے جو زمین میں ہے اور اُس کے برابر اُتنی ہی مزید (دولت) آجائے، تاکہ وہ اُسے فدیہ میں دے کر خود کو قیامت کے دن کی سزا سے بچا لے جائیں، تب بھی وہ اُن سے قبول نہ کیجائے گی، اور انھیں تو بڑی سخت سزا مل کر رہے گی۔

کفروانکار پر دردناک سزا ہے، فدیہ نہیں

عرب میں فدیہ یا تاوان دے کر قید سے رہائی حاصل کی جاتی تھی۔ مگر آخرت کی قید اور سزا ایسی نہیں ہوگی۔ اگر دنیا جہان کی ساری دولت بھی کافروں کے قبضے میں ہو، اور اُتنا ہی اور ملالیں، تو بھی وہ مال دیکر جان نہیں چُھڑا سکیں گے۔ (فصل الخطاب)

صحیح بخاری میں ہے کہ حضرت عمرؓ کو زخم لگا تو درد سے بہت گھبرائے ہوئے تھے۔ ابن عباسؓ نے اُن کی تسلّی دیتے ہوئے کہا: اے امیرالمومنینؓ! آپ تو آنحضرتؐ کی صحبت کا شرف پاچکے ہیں (پھر کیوں گھبراتے ہیں) اُنھوں نے کہا: اے ابن عباسؓ! میری یہ گھبراہٹ جو تو دیکھ رہا ہے صرف تیری اور تیرے ساتھیوں کی وجہ سے ہے۔ بخدا اگر تمام روئے زمین سونا بن جائے تو وہ میں فدیہ دے کر اس عذاب خدا سے نجات حاصل کروں، جو میں دیکھ رہا ہوں۔ (تاریخ الخلفا، سیوطی اور استیعاب نیز صحیح بخاری جلد ۲ باب مناقب حضرت عمرؓ) *

(* بحوالہ تفسیر انوار النجف جلد ۵ صـ ۹۹ (ملخص))

www.drhasanrizvi.org

يُرِيدُونَ أَنْ يَخْرُجُوا مِنَ النَّارِ وَمَا هُمْ بِخَارِجِينَ مِنْهَا ۖ وَلَهُمْ عَذَابٌ مُقِيمٌ ۝٣٧

(۳۷) وہ (لاکھ) چاہیں گے کہ دوزخ کی آگ سے نکل بھاگیں مگر وہ (کبھی) نکل نہ سکیں گے۔ اور اُن کے لیے تو مستقل برقرار رہنے والی دائمی سزا ہوگی[۱]۔

وَالسَّارِقُ وَالسَّارِقَةُ فَاقْطَعُوا أَيْدِيَهُمَا جَزَاءً بِمَا كَسَبَا نَكَالًا مِنَ اللَّهِ ۗ وَاللَّهُ عَزِيزٌ حَكِيمٌ ۝٣٨

(۳۸) اور چور خواہ مرد ہو یا عورت، اُن کے ہاتھ کاٹ دو[۲]۔ یہ اُس کی سزا ہے جو اُنھوں نے کیا ہے۔ یہ اللہ کی طرف سے سزا ہے۔ اور اللہ بڑا ہی زبردست اور ٹھیک ٹھیک کام کرنے والا ہے۔

(آیت ۳۷:) [۱] جناب امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت ہے کہ جناب رسولِ خدا صلعم نے فرمایا کہ: "جو لوگ دوزخ سے نہ نکل سکیں گے اُن پر دائمی عذاب ہوگا۔ اُن لوگوں میں علیؑ کے دشمن بھی شامل ہوں گے۔" (تفسیر صافی صفحہ ۱۳۴ بحوالہ تفسیر عیاشی)

(آیت ۳۸:) [۲] حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ چور کی صرف چار اُنگلیاں کاٹی جائیں اور اُس کا انگوٹھا چھوڑ دیا جائے تاکہ وہ نماز میں سہارا لے سکے اور وضو کے وقت اُس سے منہ دھو سکے۔

اس سلسلے میں فقہاءِ اُمت میں شدید اختلاف ہے لیکن فقہِ اہلِ بیتؑ کے مطابق

www.drhasanrizvi.org

ایک چوتھائی دینار یا اس سے زیادہ کی چوری پر حدِ شرعی جاری ہوگی۔ (تبیان)

* بعض اہلِ سنّت کے فقہاء نے بھی اس سے اتفاق کیا ہے۔ (جلالین)

* البتہ شیعہ علماء میں اس میں کوئی اختلاف نہیں۔ (مجمع البیان)

* لیکن حدود کا اجراء صحیح معنی میں اسلامی حکومت کر سکتی ہے۔ جو پہلے زندگی کے ہر شعبے میں اسلامی اصلاحات نافذ کرنے کی ذمّے داری پوری کر دے۔ برائے نام کی غیر شرعی خود ساختہ اسلامی حکومتیں جو حقیقی اسلامی معاشی نظام بھی نافذ نہ کر سکیں، اسلامی حدود کو جاری کرنے کی مجاز نہیں ہوتیں۔ کچھ اسلامی تعلیمات پر عمل نہ کرنا اور کچھ عمل کرنا قابلِ قبول نہیں ہو سکتا۔ (متفق علیہ)

بقولِ شاعر۔

انسان کے لہو کو پیو اذنِ عام ہے
انگور کی شراب کا پینا حرام ہے

جب چوری کی سزا میں ہاتھ ہی کاٹنا ہے تو ہاتھ کا وہی حصّہ کاٹنا چاہیے جو بلاواسطہ چوری کے ارتکاب میں ملوّث ہے۔ کندھے یا کہنی یا کلائی کا دخل چوری میں نہیں ہے۔

اِنَّ الْمَسَاجِدَ لِلّٰہِ جَمِیْعًا یعنی مساجد اللہ کے لیے مخصوص ہیں، وہ شعائر اللہ ہیں، اور شعائر اللہ کی تعظیم واجب ہے۔ اور انسان کی ہتھیلی مساجدِ سبعہ میں سے ایک مسجد ہے۔ یعنی سجدے کی سات چیزوں یعنی اعضاء میں سے ایک عضو ہے لہٰذا احترام واجب ہے۔ اور واجب الاحترام چیز کو سزا سے مستثنیٰ قرار دینا چاہیے۔

(انوار النعمانیہ صـ ۱۰۳، ۱۰۴)

www.drhasanrizvi.org

فَمَنْ تَابَ مِنْ بَعْدِ ظُلْمِهٖ (۳۹) پھر جو ایسا ظلم کرنے کے بعد توبہ
وَاَصْلَحَ فَاِنَّ اللّٰهَ يَتُوْبُ عَلَيْهِ ؕ کرے اور اپنی اِصلاح بھی کرے تو
اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝۳۹ یقیناً اللہ اُس کی توبہ کو قبول فرمائے گا
(یا اُس پر اپنی توجہ فرماتے ہوئے اُس کی طرف مائل ہوجائے گا (کیونکہ) بلاشبہ
اللہ تو بہت ہی معاف کرنے والا (اور) بڑا ہی رحم کرنے والا ہے۔

سبحان اللہ، اللہ کی اِس مغفرت اور رحمت پر قربان

اگر کوئی ڈاکو توبہ کرے تو جو حدود اللہ کی مقرر ہوتی ہیں وہ تو ساقط ہوجائیں گی لیکن اگر کوئی وارث خون بہا کا دعوے کردے تو اب وارثوں کو اختیار ہوگا کہ چاہے تو معاف کردیں، اور چاہیں تو سولی پر چڑھوائیں، گویا اب معاملہ صرف بندوں کے درمیان رہ گیا۔ (ہدایہ - جصاص - فتح القدیر)

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے اگر کوئی شخص چور کو پکڑ کر چھوڑ دے تو توبہ کرسکتا ہے لیکن اگر امامؑ تک معاملہ پہنچ جائے تو وہ بغیر ہاتھ کاٹے نہ چھوڑا جائے گا کیونکہ معافی اُس وقت تک ہوسکتی ہے جبتک معاملہ امامؑ تک نہ پہنچے اور خدا فرماتا ہے وَالْحٰفِظُوْنَ لِحُدُوْدِ اللّٰهِ امامؑ جب حدودِ خدا کا محافظ ہے تو وہ کیسے اُس کو چھوڑدے۔ امامؑ نے فرمایا کہ صفوان بن اُمیہ نے زمانہ رسولِ خداؐ میں مسجد الحرام سے اپنی چادر کی چوری کرنے والے چور کو گرفتار کرکے خدمتِ نبویؐ میں پہنچا دیا۔ تو آنحضرتؐ نے اُس کے ہاتھ کاٹنے کا حکم صادر فرمایا۔ صفوان نے عرض کی حضور! میری چادر کی وجہ سے؟ آپؐ نے فرمایا: ہاں۔ صفوان نے عرض کی: میں نے اس کو بخش دیا۔ تو آپؐ نے فرمایا: پہلے کیوں نہ بخشا تھا۔ گویا اب بخشش کا وقت گذر گیا ہے۔

(تفسیر انوار النجف جلد ۵ صفحہ ۱۰۵)

www.drhasanrizvi.org

اَلَمۡ تَعۡلَمۡ اَنَّ اللّٰہَ لَہٗ مُلۡكُ (٤٠) السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ ؕ یُعَذِّبُ مَنۡ یَّشَآءُ وَیَغۡفِرُ لِمَنۡ یَّشَآءُ ؕ وَاللّٰہُ عَلٰی کُلِّ شَیۡءٍ قَدِیۡرٌ ﴿۴۰﴾

کیا تم نہیں جانتے کہ اللہ آسمانوں اور زمین کی سلطنتوں کا سلطان ہے۔ وہ جسے چاہتا ہے سزا دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے معاف کر دیتا ہے اور اللہ تو ہر چیز پر مکمل قدرت رکھتا ہے

اللہ کا عذاب اور اُس کی مغفرت مصلحت کے تحت ہوتی ہے۔

"اَلَمۡ تَعۡلَمۡ۔۔" محققین نے نتیجہ اِس آیت سے یہ نکالا کہ خدا کا تخاطب ہمیشہ رسول اکرمؐ ہی سے نہیں ہوتا، عام لوگوں سے بھی ہوتا ہے۔ کیونکہ خدا رسولؐ سے یہ نہ فرماتا کہ "کیا تم نہیں جانتے"؟ اِس سے ثابت ہوا کہ خدا عام لوگوں سے مخاطب ہے۔ (تبیان) اور ایسا قرآن میں کئی جگہ آیا ہے۔ تخاطب تو رسولؐ سے ہوتا ہے مگر دراصل مقصد عوام یا کوئی خاص آدمی ہوتا ہے یعنی ایاکَ اعنی واسمعی یاجارۃ۔

یُعَذِّبُ مَنۡ یَّشَآءُ وَیَغۡفِرُ لِمَنۡ یَّشَآءُ۔ یعنی جسے اُس کی مصلحت چاہتی ہے عذاب دیتا ہے اور جسے اُس کی مشیت چاہتی ہے مصلحت کے مطابق اُس کو اللہ معاف کر دیتا ہے جو اس کی مصلحت کے مطابق جہنم کے مستحق ہیں ان کو جہنم رسید اور جو جنت کے مستحق ہیں ان کو جنت میں پہنچا دیتا ہے۔

www.drhasanrizvi.org

يٰٓاَيُّهَا الرَّسُوْلُ لَا يَحْزُنْكَ
الَّذِيْنَ يُسَارِعُوْنَ فِي الْكُفْرِ
مِنَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اٰمَنَّا بِاَفْوَاهِهِمْ
وَلَمْ تُؤْمِنْ قُلُوْبُهُمْ ۛ وَمِنَ ع
الَّذِيْنَ هَادُوْا ۛ سَمّٰعُوْنَ لِلْكَذِبِ
سَمّٰعُوْنَ لِقَوْمٍ اٰخَرِيْنَ ۙ لَمْ
يَاْتُوْكَ ۭ يُحَرِّفُوْنَ الْكَلِمَ مِنْۢ
بَعْدِ مَوَاضِعِهٖ ۚ يَقُوْلُوْنَ اِنْ
اُوْتِيْتُمْ هٰذَا فَخُذُوْهُ وَاِنْ
لَّمْ تُؤْتَوْهُ فَاحْذَرُوْا ۭ وَمَنْ يُّرِدِ
اللّٰهُ فِتْنَتَهٗ فَلَنْ تَمْلِكَ لَهٗ
مِنَ اللّٰهِ شَيْـًٔا ۭ اُولٰۗىِٕكَ الَّذِيْنَ
لَمْ يُرِدِ اللّٰهُ اَنْ يُّطَهِّرَ قُلُوْبَهُمْ ۭ
لَهُمْ فِي الدُّنْيَا خِزْيٌ ښ وَّلَهُمْ
فِي الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ۝ ۴۱

(۴۱) اے رسولؐ! آپؐ اِس بات پر غم نہ
کھائیں کہ وہ لوگ کفر کی راہ پر بڑی تیزی
دکھا رہے ہیں، چاہے وہ جو اپنے منہ سے تو
یہ کہتے ہیں کہ ہم ایمان لے آئے، مگر اُن کے دل
ایمان نہیں لائے ہیں، یا اُن میں سے وہ جو یہودی
بن گئے ہیں اور وہ جھوٹ کو خوب کان لگا
کر سننے والے ہیں، اور اُن دوسرے لوگوں کی
باتیں بھی خوب کان لگا کر سنتے ہیں جو ابھی
تک آپؐ کے پاس نہیں آئے ہیں۔ وہ لوگ
(خدا کے) الفاظ کو اُن کی اصلی جگہوں کے معیّن
ہو جانے کے بعد بھی اُن کی اپنی اصلی جگہ سے ہٹا
کر بدل دیتے ہیں، اور لوگوں سے کہتے ہیں کہ اگر تمھیں
یہی (بدلا ہوا) حکم دیا جائے تو مانو۔ اور اگر یہ حکم نہ دیا
جائے تو اُس سے بچو۔ اب جسے اللہ ہی نے فتنہ
(گمراہی) میں چھوڑ دینا چاہا ہو[1] تو اُس کو اللہ کی
پکڑ سے بچانے کیلئے آپؐ کچھ بھی نہیں کر سکتے۔ یہی تو وہ لوگ ہیں کہ جن کے دلوں کو اللہ نے پاک کرنے کا ارادہ ہی نہیں
فرمایا۔ اُن کیلئے دُنیا میں بھی ذلّت ہے اور آخرت میں اُن کے لیے بڑی ہی سخت سزا ہے۔

[1] یا جسے اللہ ہی نے گمراہی کی سزا دینا چاہا ہو۔

www.drhasanrizvi.org

یہودیوں کا تکبّر اور تحریفات فی الاحکام

(آیت: ۴۱) خدا کا فرمانا کہ: "سننے والے دوسرے لوگ جو ابھی آپؐ کے پاس آئے نہیں ہیں۔" سے مراد وہ یہودی علماء ہیں جو اپنے تکبّر کی وجہ سے خود بھی رسولِ خدا صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے پاس نہیں آتے، اور دوسروں کو بھی آنے سے روکتے ہیں۔ اور لوگوں کو خدا کے احکامات خود بدل بدل کر بتاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اگر رسولؐ ایسا ہی حکم بتائیں تو تم قبول کرنا اور اگر کچھ اور بتائیں تو قبول نہ کرنا۔

(ملخّص از شاہ ولی اللہ۔ شاہ رفیع الدّین۔ موضح القرآن۔ فصل الخطاب)

کچھ مفسّرین نے اِس کا اچھا مطلب لکھا ہے کہ:

"کچھ ایسے لوگ بھی ہیں جو آپؐ کے پاس آ کر آپؐ کی باتیں اِس لیے بھی سُنتے ہیں کہ اُن لوگوں کو بھی سُنائیں جو آپؐ کے پاس نہیں آسکے ہیں۔"

(جلالین)

کچھ مفسّرین نے لکھا کہ:

"یہ وہ لوگ ہیں جو آپؐ کی باتیں اِس لیے سُنتے ہیں تاکہ آپؐ پر جھوٹی تہمتیں لگائیں اور "دوسروں کے لیے سُنتے ہیں" کے معنی یہ ہیں کہ دوسروں کی جاسوسی کرتے ہیں۔ (تبیان) اور یہ مدینے کے یہودی تھے جو خیبر کے یہودیوں کی جاسوسی کرنے کے لیے آئے تھے۔ (از ازالۃ الغبن صـ۱۱)

www.drhasanrizvi.org

سَمّٰعُوْنَ لِلْكَذِبِ اَكّٰلُوْنَ (٤٢) یہ کان لگا کر جھوٹ کو سُننے والے

لِلسُّحْتِ ؕ فَاِنْ جَآءُوْكَ فَاحْكُمْ بَيْنَهُمْ اَوْ اَعْرِضْ عَنْهُمْ ۚ وَاِنْ تُعْرِضْ عَنْهُمْ فَلَنْ يَّضُرُّوْكَ شَيْئًا ؕ وَاِنْ حَكَمْتَ فَاحْكُمْ بَيْنَهُمْ بِالْقِسْطِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ ۝ ٤٢

اور حرام مال کے کھانے والے ہیں۔ لہٰذا اگر یہ آپؐ کے پاس (مقدمات لے کر) آئیں تو آپؐ اُن کا فیصلہ کردیں یا انکار کردیں۔ اگر آپؐ انکار کردیں گے تو وہ آپؐ کا کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔ اور اگر فیصلہ کریں تو پھر اُن کے درمیان انصاف کے ساتھ فیصلہ کیجیے۔ یقیناً اللہ انصاف کرنے والوں سے محبت کرتا ہے۔

"سُحتِ" کیا ہے؟ تفصیل ملاحظہ فرمائیں

"سُحتِ" کے لفظی معنی حرام کے ہیں۔ لیکن اس لفظ کے اصلی معنی "جڑ سے اُکھاڑ پھینکنا" اور "محروم کردینا" ہوتا ہے۔ کیونکہ حرام مال خدا کی برکت سے محروم کردیتا ہے اور حرام کھانے والے کو خدا جڑ سے اُکھاڑ پھینکتا ہے۔ اس لیے حرام مال کو "سُحتِ" کہتے ہیں۔ (تفسیر صافی ص۱۴۵)

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے جب "سُحتِ" کے معنی پوچھے گئے تو آپؐ نے فرمایا: "وہ رشوت ہے جو کسی معاملے کے فیصلہ کرنے میں لی جائے۔ نیز مُردار کی

www.drhasanrizvi.org

قیمت، کُتّے کی قیمت، شراب کی قیمت، زنا کرنے والی عورت کی خرچی، کاہن کی اجرت
غیر شکاری کتوں کی قیمت (وغیرہ) یہ سب "سُحت" ہے۔ نیز وہ مال بھی "سُحت"
ہے جو دھوکہ دے کر وصول کیا جائے اور یتیم کا مال (ناجائز طور پر کھانا) بھی "سُحت"
ہے۔ شراب یا نبیذ کی قیمت اور سود بھی "سُحت" ہیں اور یہ خدا اور رسول کے ساتھ
کفر بھی ہیں۔" (کافی)

مولائے متقیان ابوالائمہ حضرت علی ابن ابی طالب علیہ السلام سے روایت ہے،
کہ مولائے کائنات، سردار انبیا، جناب ابوالقاسم رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے
ارشاد فرمایا کہ: "سُحت" کھانے والوں سے وہ شخص بھی مراد ہے کہ جو اپنے برادرِ
مومن کا کوئی کام کرے اور اُس کے عوض ہدیہ قبول کرے۔"

(عیون اخبار الرضاؑ)

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ جناب رسولِ خداؐ
نے ارشاد فرمایا کہ: "جو حاکم (فیصلہ کرنے والے جج و منصف) ظالم بادشاہ سے تنخواہ
پاتے ہیں، اُن کی تنخواہ بھی "سُحت" ہے۔ (من لایحضرہ الفقیہ)

(غرض کہ ہر مالِ حرام "سُحت" ہے۔)

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے اِس آیت کے ذیل میں فرمایا کہ:
"مسلمان حاکم (قاضی) کے پاس جب اہلِ تورات و انجیل اپنے جھگڑے لے کر آئیں
تو اُس کو اختیار رہے کہ چاہے تو اُن کا فیصلہ کردے اور چاہے تو انکار کردے۔"
(تفسیر صافی صہ ۱۲۵ بحوالہ التہذیب) (باقی تفسیر اگلے صفحہ پر)

www.drhasanrizvi.org

غرض آیت میں یہ اصول بتایا جا رہا ہے کہ اگر یہودی یا عیسائی، اسلامی عدالت میں اپنا مقدمہ لائیں تو انھیں مقدمہ لانے کی اجازت ہے لیکن اگر وہ یہ چاہیں کہ اُن کے مقدمے کا فیصلہ اُن کی شریعت کے مطابق ہو تو اُن کو اختیار ہے کہ وہ اپنا مقدمہ اپنے مذہبی علماء یا قاضیوں کے پاس لے جائیں۔ (مجمع البیان اور شاہ ولی اللہ)

یہودیوں اور منافقوں میں یہ صفت مشترک ہے کہ وہ جھوٹ اور باطل کے بہت سننے والے اور قبول کرنے والے ہوتے ہیں۔ (تفسیر کبیر۔ بیضاوی)

نتیجہ:۔ علماءِ اخلاق نے نتیجہ نکالا کہ "اِس آیت میں اُس شخص کی مذمت نکل رہی ہے جو اہلِ علم کے پاس علم سیکھنے یا احکاماتِ خداوندی پر عمل کرنے کے لیے نہیں آتا، بلکہ اِس اُمید پر علماء سے سوال کرتا رہتا ہے کہ اگر اُسے اُس کی مرضی کے مطابق کوئی فتویٰ مل گیا تو وہ اُس کو اپنے کسی جُرم کا بہانہ یا سپر بنائے گا۔ (تھانوی)

توراۃ میں ہے:

"اپنے سارے فرقوں میں قاضی اور حاکم مقرر کیجیو۔ وہ انصاف سے لوگوں کی عدالت کریں تو عدالت میں مقدمہ مت بگاڑیو۔ طرفداری نہ کیجیو اور نہ رشوت لیجیو کہ رشوت دانشمند کی آنکھوں کو اندھا کردیتی ہے۔ اور صادق کی باتوں کو پھیر دیتی ہے۔

(استثناء ١٦: ١٨، ١٩)

www.drhasanrizvi.org

وَكَيْفَ يُحَكِّمُونَكَ وَعِنْدَهُمُ (۴۳) اور وہ آخر آپؐ کو کیوں فیصلہ
التَّوْرٰىةُ فِيهَا حُكْمُ اللّٰهِ کرنے والا ثالث بناتے ہیں جبکہ تورات
ثُمَّ يَتَوَلَّوْنَ مِنْ بَعْدِ ذٰلِكَ تو خود اُن کے پاس موجود ہے، جس میں
وَمَآ أُولٰٓئِكَ بِالْمُؤْمِنِينَ ۴۳ اللہ کا حکم لکھا ہوا ہے۔ اور پھر بھی یہ لوگ
اُس سے مُنہ موڑتے ہیں۔ اصل بات تو یہ ہے کہ یہ لوگ کسی بھی ابدی حقیقت کو نہیں مانتے۔

یہودی نہ تورات پر عمل کرنا پسند کرتے ہیں اور نہ قرآن کے فیصلے کو مانتے ہیں۔

دو دولت مند یہودیوں نے زنا کیا۔ جس کی سزا تورات میں سنگسار کرنا ہے۔ مگر کیونکہ وہ دونوں دولت مند تھے اس لیے یہودی علماء نے ان دونوں کو جناب رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے پاس بھیج دیا۔ تاکہ شاید آپؐ ان کو کوئی ہلکی سزا دے کر چھوڑ دیں۔ مگر آپؐ نے بھی اُن کو سنگسار کرنے کا حکم دیا۔ جب وہ نہ مانے تو آپؐ نے ایک بڑے یہودی عالم کو بُلا کر اقرار کروایا کہ تورات میں ایسے جُرم کی یہی سزا ہے۔

(مجمع البیان)

www.drhasanrizvi.org

إِنَّآ أَنزَلْنَا التَّوْرٰىةَ فِيهَا (۴۴) بیشک ہم نے تورات کو نازل کیا
هُدًى وَّنُورٌ ۚ يَحْكُمُ بِهَا جس میں ہدایت اور روشنی ہے۔ سارے
النَّبِيُّونَ الَّذِينَ أَسْلَمُوا لِلَّذِينَ انبیاء جو خدا کے حکم کے سامنے سر جھکا
هَادُوا وَالرَّبّٰنِيُّونَ وَالْأَحْبَارُ دینے والے تھے، اسی کے مطابق یہودی
بِمَا اسْتُحْفِظُوا مِن كِتٰبِ اللّٰهِ بن جانے والوں کے مقدمات کے فیصلے
وَكَانُوا عَلَيْهِ شُهَدَآءَ ۚ فَلَا کرتے تھے۔ اور اسی طرح علماء اور
تَخْشَوُا النَّاسَ وَاخْشَوْنِ وَلَا مشائخِ یہود (فیصلے کرتے تھے) کیونکہ
تَشْتَرُوا بِاٰيٰتِي ثَمَنًا قَلِيلًا ۚ انھیں اسی کتاب خدا کی حفاظت کا
وَمَن لَّمْ يَحْكُم بِمَآ أَنزَلَ ذمّے دار بنایا گیا تھا۔ اور وہ اس
اللّٰهُ فَأُولٰٓئِكَ هُمُ الْكٰفِرُونَ ○ ۴۴ (حقیقت) کے گواہ بھی تھے۔ تو (اے
یہودیو!) تم لوگوں سے نہ ڈرو بلکہ مجھ سے ڈرتے رہو۔ اور میری آیتوں کو تھوڑی سی رقم لے کر نہ بیچ ڈالو۔ اب جو بھی اللہ کے اُتارے ہوئے قانون کے مطابق فیصلہ نہ کرے گا تو ایسے ہی لوگ تو "کافر" یعنی اللہ کے قانون اور اللہ کی کتاب کے انکاری ہیں۔

علماءِ یہود کس بات سے خوفزدہ تھے

یہودی و عیسائی علماء کا لوگوں سے ڈرنا یہ تھا کہ اگر ہم نے جناب محمد مصطفٰےؐ کی نبوت کی اُس تصدیق کو بیان کر دیا جو تورات اور انجیل میں موجود ہے، تو ہمارے عوام ہمارے ہاتھ سے

www.drhasanrizvi.org

نکل جائیں گے۔ یہی وہ حبِّ جاہ اور حبِّ مال تھا جس کی وجہ سے اُنھوں نے تصدیق نہ کی۔ کیونکہ اگر حضرت محمدؐ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی رسالت کی تصدیق کردی تو نذرانے ملنے بند ہو جائیں گے۔

(ماجدی)

* علماءِ یہود کا سب سے بڑا جُرم یہ تھا کہ وہ اپنے گھڑے ہوئے قوانین اور مسائل کو خدا کے احکامات بنا کر فتوے دیا کرتے تھے۔ ایسے لوگوں کو کافر ہی کہا جا سکتا تھا۔ (ابنِ جریر - قرطبی)

* خدا کا یہ فرمانا کہ " لوگوں سے نہ ڈرو، مجھ سے ڈرو " حقیقت میں علماءِ یہود سے خطاب ہے جو بہت سی حقیقتوں کو اپنے فائدوں کی خاطر یا لوگوں کے خوف سے چھپاتے تھے۔ (مجمع البیان)

* امام رازی نے لکھا کہ جب تک کوئی آدمی کسی حکمِ خدا کو دل سے مان رہا ہے اور زبان سے اُس کا اقرار کر رہا ہے، وہ کافر نہیں کہلایا جا سکتا۔ اگر اُس کا عمل حکمِ خدا کے مخالف ہے، تو وہ گناہگار ضرور کہلایا جائے گا لیکن باغی یا منکر نہیں کہلایا جا سکتا۔ (تفسیر کبیر بقولہ عکرمہ)

* تفسیر صافی میں صادقین علیہما السلام سے بروایت کافی منقول ہے کہ جو شخص دو درہموں کے متعلق بھی خدا کے نازل کردہ حکم کے خلاف فیصلہ کرے گا جس کے پاس حکومت کی لاٹھی اور تازیانہ ہو تو گویا شریعتِ محمدیہ کا اُس نے کفر کیا۔ (تفسیر انوار النجف ج ۵ ص ۱۱۳)

www.drhasanrizvi.org

وَكَتَبْنَا عَلَيْهِمْ فِيهَآ (۴۵) اور ہم نے توتورات میں یہ حکم
اَنَّ النَّفْسَ بِالنَّفْسِ وَالْعَيْنَ لکھ دیا تھا کہ جان کے بدلے جان لی جا
بِالْعَيْنِ وَالْاَنْفَ بِالْاَنْفِ گی اور آنکھ کے بدلے آنکھ اور ناک کے
وَالْاُذُنَ بِالْاُذُنِ وَالسِّنَّ بدلے ناک اور کان کے بدلے کان اور
بِالسِّنِّ وَالْجُرُوحَ قِصَاصٌ دانت کے بدلے دانت، اور تمام زخموں
فَمَنْ تَصَدَّقَ بِهٖ فَهُوَ میں برابر کا بدلہ ہوگا۔ اب جو اس میں
كَفَّارَةٌ لَّهٗ وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ فیاضی سے کام لے اور قصاص کو معاف
بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ کردے تو یہ اس کے لیے کفارہ ہے۔ اور
هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ۝ ۴۵ جو لوگ بھی اللہ کے اتارے ہوئے احکام
قوانین کے مطابق فیصلہ نہ کریں تو وہی لوگ ظالم یعنی زیادتی کرنے والے ہیں۔

بدلہ، (قصاص) اور تصدّق کا مطلب

۱ تورات میں یہودیوں پر قصاص فرض کیا گیا تھا کہ جان کے بدلے جان لی جائے گی، آنکھ کے بدلے آنکھ نکالی جائے گی، ناک کے بدلے ناک کاٹی جائیگی کان کے بدلے کان کاٹا جائے گا، دانت کے بدلے دانت توڑا جائے گا۔ جو جیسا زخم لگائے گا، اُس کے بدلے میں ویسا ہی زخم اُس کو لگایا جائے گا۔ (تفسیر صافی ص ۱۴۲)

۲ * حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ جناب رسول خدا نے

www.drhasanrizvi.org

ارشاد فرمایا: "زخموں وغیرہ سے جتنی مقدار کوئی شخص معاف کرے گا اللہ اُس مقدار کے مطابق اُس کے گناہ معاف کر دے گا۔"

(تفسیر صافی ص ۱۳۶ بحوالہ کافی)

* غرض توارت میں بھی حکمِ قِصاص بھی وہی ہے جو اسلام میں ہے۔ (تبیان)
* یہاں فیّاضی سے کام لینے کا مطلب معاف کرنا ہے۔ (مجمع البیان)
* فیّاضی کے دوسرے معنی یہ بھی ہو سکتے ہیں کہ قِصاص دینے کے لیے تیار ہو جائے اور خود کو عدالت میں پیش کر دے۔ (جلالین)
* اب اگر قاتل خوشی سے قِصاص دینے کے لیے تیار ہو گیا تو آخرت میں اُس سے باز پُرس نہ ہو گی۔ مگر پہلی تفسیر زیادہ واضح ہے یعنی قصاص لینے والا معاف کرے۔

(تبیان)

* موجودہ توارت میں بھی اتنی کچھ تحریفات کے باوجود لکھا ہے کہ:

"اگر وہ اِس صدمے سے ہلاک ہو جائے تو جان کے بدلے میں جان لے اور آنکھ کے بدلے میں آنکھ۔ دانت کے بدلے دانت اور ہاتھ کے بدلے ہاتھ۔ پاؤں کے بدلے پاؤں۔ جلانے کا بدلہ جلانا۔ زخم کا بدلہ زخم۔ چوٹ کا بدلہ چوٹ۔" (خروج ۲۱: ۲۳ سے ۲۵)

* حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ:

"جُرم معاف کر دینے کا ثواب بہت زیادہ ہے۔"

(صافی بروایت کافی بحوالہ تفسیر انوار النجف ص ۱۱۳)

www.drhasanrizvi.org

وَقَفَّيْنَا عَلٰٓى اٰثَارِهِمْ بِعِيْسَى (۴۶) اور پھر ہم نے اُن (پیغمبروں) کے
ابْنِ مَرْيَمَ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ پیچھے مریم کے بیٹے عیسٰیؑ کو بھیجا۔ وہ اس
يَدَيْهِ مِنَ التَّوْرٰىةِ وَاٰتَيْنٰهُ تورات میں سے جو کچھ اُس کے سامنے موجود
الْاِنْجِيْلَ فِيْهِ هُدًى وَّنُوْرٌ تھا اُس کی تصدیق کرنے والا تھا۔ اور ہم
وَّمُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ ہی نے اُن کو انجیل دی جس میں صحیح رہنمائی
مِنَ التَّوْرٰىةِ وَهُدًى وَّ اور ہدایت کی روشنی تھی۔ اور وہ تورات میں
مَوْعِظَةً لِّلْمُتَّقِيْنَ ۝ ۴۶ سے جو کچھ بھی اُس وقت موجود تھا، اُس کی
تصدیق کرنے والی تھی۔ اور "متقین" یعنی برائیوں سے بچنے والوں کے لیے سراسر ہدایت و نصیحت تھی۔

حضرت عیسٰیؑ تورات کے مصدِّق تھے

نتیجہ:۔ محققین نے نتیجہ نکالا کہ حضرت عیسٰی علیہ السلام تورات کی شریعت کو منسوخ کرنے نہیں آئے تھے۔ وہ تورات کی تصدیق کرنے والے بنا کر بھیجے گئے تھے اور خود انجیل میں بھی تورات کی تصدیق موجود ہے۔ (تبیان)

حضرت عیسٰیؑ نے فرمایا: "یہ نہ سمجھو کہ میں تورات یا نبیوں کی کتابوں کو منسوخ کرنے کے لیے آیا ہوں۔ منسوخ کرنے نہیں، بلکہ اُن کو پورا کرنے آیا ہوں۔"

(متی ۵ : ۱۷)

یعنی میں انبیائے بنی اسرائیل کے نقشِ قدم پر چلنے اور چلانے کیلئے آیا ہوں۔

(ابن جریر)

www.drhasanrizvi.org

وَلْيَحْكُمْ اَهْلُ الْاِنْجِيْلِ (۴۷)	اور انجیل والوں کے لیے لازم ہے
بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فِيْهِ ؕ وَمَنْ	کہ وہ اُس کے مطابق فیصلہ کریں جو اللہ
لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ	نے اُس میں اُتارا ہے۔ اور جو کوئی اللہ
فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ۝	کے اُتارے ہوئے احکام کے مطابق

فیصلہ نہ کرے گا، تو وہی لوگ "فاسق" (یعنی) بدکردار اور بداعمال ہوں گے۔

اہلِ انجیل کو کیا حکم دیا گیا تھا

لـه انجیل کیلئے بھی خدا کا یہ فرمانا کہ:
"جو اللہ نے اس میں اُتارا" اُس کی اصل کے لحاظ سے ہے۔ یعنی جس حکم سے متعلق یہ آیت اُتری ہے، وہ حکم کے اصلی حالت میں ہونے کے اعتبار سے ہے۔ یہ ضروری نہیں کہ قرآن کے نزول کے زمانے میں جن باتوں کی قرآن نے تصدیق کی ہے وہ آج تورات و انجیل میں موجود ہوں۔ اِس لیے کہ ہر دور میں انجیل اور تورات میں تبدیلیاں ہوتی چلی آئی ہیں

(فصل الخطاب)

عـه
"وَلْيَحْكُمْ" سے مراد یہ ہے کہ جب ہم نے اُن کو انجیل دی تھی تو ہم نے یہ حکم بھی ساتھ ساتھ دیا تھا کہ اے انجیل والو! لوگوں تک انجیل کے صحیح احکام پہنچانا اور اُس وقت انجیل کے حکم ہی رائج و نافذ تھے* (یہ حکم قرآن نازل ہونے سے قبل تھا کیونکہ قرآن نازل ہونے کے بعد دیگر آسمانی کتابوں کے احکام منسوخ اور احکامِ قرآن نافذ ہوئے)

* (تفسیر انوار النجف جلد ۵ صفحہ ۱۱۵)

www.drhasanrizvi.org

وَاَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الْكِتٰبَ (۴۸) اور ہم نے آپؐ پر یہ کتاب حق کے ساتھ
بِالْحَقِّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ
يَدَيْهِ مِنَ الْكِتٰبِ وَمُهَيْمِنًا
عَلَيْهِ فَاحْكُمْ بَيْنَهُمْ بِمَآ
اَنْزَلَ اللّٰهُ وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَ
هُمْ عَمَّا جَآءَكَ مِنَ الْحَقِّ ؕ
لِكُلٍّ جَعَلْنَا مِنْكُمْ شِرْعَةً
وَّمِنْهَاجًا ؕ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ
لَجَعَلَكُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً
وَّلٰكِنْ لِّيَبْلُوَكُمْ فِيْ مَآ
اٰتٰىكُمْ فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرٰتِ ؕ
اِلَى اللّٰهِ مَرْجِعُكُمْ جَمِيْعًا
فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ فِيْهِ
تَخْتَلِفُوْنَ ۙ ۴۸

اور ہم نے آپؐ پر یہ کتاب حق کے ساتھ اُتاری ہے، تصدیق کرتی ہوئی اُس کتاب کی جو اِس سے پہلے ہے، اور اُس کی حفاظت بھی کرتی ہے۔ لہٰذا آپؐ لوگوں کے درمیان اسی کے مطابق فیصلہ کیجیے جو اللہ نے اُتارا ہے اور جو حق آپؐ کے پاس آگیا ہے، اُس سے ہٹ کر اُن کی خواہشات کی پیروی ہرگز نہ کیجیے۔[1] ہم نے تم میں سے ہر ایک کیلئے ایک شریعت اور راستہ مقرر کر دیا ہے۔[2] اور اگر اللہ چاہتا تو تم سب کو (جبراً) ایک ہی گروہ بنا دیتا لیکن جو کچھ بھی اُس نے تم کو دیا ہے، اُس میں تمہارا امتحان لیتا ہے۔ لہٰذا نیکیوں میں سبقت کرو۔ تم سب کو اللہ ہی کی طرف پلٹنا ہے۔ پھر وہ تم کو اصل حقیقت بتا دیگا جس میں کہ تم (لوگ ایکدوسرے سے) اختلاف کیا کرتے تھے۔

اِس آیت کا مطلب یہ ہے[1]

کہ جنابِ رسولِ خداؐ تمام نازل شدہ کتابوں کے محافظ تھے

www.drhasanrizvi.org

تاکہ اُن کی صحت کی گواہی دیں۔ اُن کو تغیّر و تبدّل سے پاک کریں۔

۵؎ "شریعت" اصل میں پانی کی طرف جانے والے راستے کو کہتے ہیں۔ خدا نے اپنے دین کو شریعت اس لیے کہا کہ یہ ابدی زندگی حاصل کرنے کا سبب ہے۔ جیسے پانی دُنیا کی زندگی قائم رکھنے کا سبب ہوتا ہے ـــــ (تفسیر صافی صہ ۱۳۶)

حضرت امام محمد باقر علیہ السّلام سے روایت ہے کہ جناب رسول خداؐ نے فرمایا:
"جس وقت خدا نے کسی نبیؑ کی وہ دُعا قبول کی جس کی خواہش اُس نبیؑ کی قوم نے کی تھی تو خدا نے ہر ویسی قوم کے لیے ایک شریعت اور ایک طریقۂ زندگی مقرّر کر دیا۔ شریعت اور منہاج سے مراد وہی راستہ اور سُنّت ہے۔ پھر ہر نبیؑ کو حکم دیا کہ اُس کی اُمّت اُس شریعت اور سُنّت کی پیروی کرے۔ مثلاً جو شریعت اور سُنّت حضرت موسیٰؑ کے لیے معیّن کی تھی اُس میں "سبت" (ہفتہ) کے دن کا مقرّر کیا جانا بھی تھا (کہ ہفتے کے دن کوئی کاروبار نہ کیا جائے۔) ـــــ (تفسیر صافی صہ ۱۳۶ بحوالہ کافی)

غرض اِس آیت میں اہلِ تورات، اہلِ انجیل اور مسلمانوں سب سے مشترکہ طور پر خطاب فرمایا گیا کہ: "ہم نے ہر ایک کے لیے ہر دَور میں ایک شریعت اور ایک راستہ مقرّر کیا تھا۔ جب تورات بھیجی تھی تو اُس پر عمل لازمی تھا، پھر جب انجیل بھیجی تو انجیل پر عمل لازم ہوگیا۔ اب جبکہ قرآن بھیجا ہے تو قرآن پر عمل لازم ہے کیونکہ قرآن سب سے آخری کتاب ہے۔ ـــــ (مجمع البیان)

قرآن پچھلی تمام آسمانی کتابوں کے قانون اور تحریفات کو جانچنے کا معیار ہے۔
* ـــــ (ملخص از تفسیر کبیر)

www.drhasanrizvi.org

وَاَنِ احْكُمْ بَيْنَهُمْ بِمَآ	(۴۹) لہٰذا تم اللہ کے اُتارے ہوئے قانون کے مطابق
اَنْزَلَ اللّٰهُ وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَ	فیصلہ کرو اور اُنکی خواہشات کی پیروی نہ کرنا
هُمْ وَاحْذَرْهُمْ اَنْ يَّفْتِنُوْكَ	اور اُن سے ہوشیار رہنا کہ وہ کہیں تم کو کسی ایسے حکم
عَنْ بَعْضِ مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ اِلَيْكَ	سے ہٹانے کوشش نہ کریں جو اللہ نے تم پر اُتارا ہے
فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاعْلَمْ اَنَّمَا يُرِيْدُ	اب بھی وہ اگر منہ موڑیں تو پھر جان لو کہ اللہ اُنھیں
اللّٰهُ اَنْ يُّصِيْبَهُمْ بِبَعْضِ	اُن کے کچھ گناہوں کی سزا دینا چاہتا ہے۔ کیونکہ
ذُنُوْبِهِمْ ؕ وَاِنَّ كَثِيْرًا مِّنَ	یہ تو حقیقت ہے کہ زیادہ تر لوگ
النَّاسِ لَفٰسِقُوْنَ ۝ ۴۹	فاسق (بدکار) ہیں۔
اَفَحُكْمَ الْجَاهِلِيَّةِ يَبْغُوْنَ ؕ (۵۰)	تو کیا یہ لوگ جاہلیت کا فیصلہ چاہتے
وَمَنْ اَحْسَنُ مِنَ اللّٰهِ حُكْمًا	ہیں؟ حالانکہ جو لوگ اللہ پر یقین رکھتے ہیں
لِّقَوْمٍ يُّوْقِنُوْنَ ۝ ۵۰ ع	اُن کیلئے اللہ سے بڑھ کر اچھا فیصلہ کس کا ہوگا؟

(آیت ۴۹ :) حضرتِ امام محمد باقر ع سے روایت ہے کہ جناب رسولِ خدا ص نے دو فیصلے اہلِ کتاب کے جھگڑوں کے کیئے تھے جو آپ ص کے پاس لائے تھے۔ ایک تو ایسے مرد کی زنا سے متعلق تھا جو اُس نے ایک شادی شدہ عورت کے ساتھ کیا تھا اور دوسرا قتل سے متعلق تھا جو اُن میں آپس میں واقع ہوا تھا۔ (تفسیر مجمع البیان)

(آیت ۵۰) "جاہلیت" کے معنی اپنی مرضی کے فیصلے کرنا یا کرانا ہوتا ہے۔

یہودیوں نے خدائی احکامات کو نظر انداز کر کے مدینے میں اپنی مرضی کے قوانین نافذ کر رکھے تھے۔

(ملخص از ماجدی)

www.drhasanrizvi.org

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الْيَهُوْدَ وَ النَّصٰرٰٓى اَوْلِيَآءَ ۘؔ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ ؕ وَ مَنْ يَّتَوَلَّهُمْ مِّنْكُمْ فَاِنَّهٗ مِنْهُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ۝ (۵۱)

اے ایمان لانے والو! یہودیوں اور عیسائیوں کو اپنا دوست نہ بناؤ۔ یہ لوگ تو بس ایک دوسرے کے دوست ہیں[1] اور تم میں سے جس کسی نے بھی اِن سے دوستی کی، تو وہ اُن ہی میں سے ہے[2]۔ یقیناً خدا ظالموں کو سیدھا راستہ دکھا کر منزلِ مقصود تک نہیں پہنچاتا۔

غیر مسلموں سے دوستی نہ کی جائے

[1] مطلب یہ ہے کہ غیر مسلموں اور اہلِ کتاب کی امداد پر دوستانہ اعتماد نہ کرو اور نہ اُن کے ساتھ دوستانہ میل جول رکھو۔ جو شخص اُن سے دوستانہ مدد مانگے وہ اُنھیں جیسا کافر سمجھا جائے گا۔ (تفسیر صافی ص۱۳۶)

[2] حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ جناب رسولِ خدا صؐ نے فرمایا کہ: "جو شخص آلِ محمدؐ سے دوستی رکھے گا اور جیسی بزرگی اور عظمت اُن کو میری (جناب رسولِ خداؐ کی) قرابت کی وجہ سے حاصل ہے ویسے ہی اُنھیں تمام دوسرے آدمیوں سے بزرگ اور مقدم سمجھے گا تو ہمارے (محمدؐ و آلِ محمدؐ) کے نزدیک بمنزلۂ آلِ محمدؐ ہوگا۔ اور یہ بات حضرت ابراہیمؑ کے اس قول سے ثابت ہے کہ: فرمایا: "مَنْ اَتْبَعَنِیْ فَھُوَ مِنِّیْ" یعنی جو میری پیروی کرے گا وہ مجھ سے ہوگا" یعنی میرے تابعداروں میں سے ہوگا۔ اِس کا مطلب یہ نہیں کہ اُس کا شمار ساداتِ آلِ رسولؐ سے ہو جائے گا۔ بلکہ مطلب یہ ہے کہ جو آلِ محمدؐ کی پیروی کریگا وہ اُن کے تابعداروں کے گروہ میں سمجھا جائے گا۔" (تفسیر عیاشی)

www.drhasanrizvi.org

فَتَرَى الَّذِينَ فِي قُلُوبِهِمْ (۵۲) مَّرَضٌ يُّسَارِعُونَ فِيهِمْ يَقُولُونَ نَخْشٰى اَنْ تُصِيبَنَا دَآئِرَةٌ ؕ فَعَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّاْتِيَ بِالْفَتْحِ اَوْ اَمْرٍ مِّنْ عِنْدِهٖ فَيُصْبِحُوْا عَلٰى مَآ اَسَرُّوْا فِيْ اَنْفُسِهِمْ نٰدِمِيْنَ ؕ ۵۲

تم دیکھتے ہو کہ جن لوگوں کے دلوں میں نفاق کی بیماری ہے وہ اُن کے حلقوں میں بڑی ہی تیزی سے دوڑ دھوپ کر رہے ہیں۔ وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ ہمیں یہ ڈر ہے کہ کہیں ہم پر کوئی آفت نہ آجائے اُو عنقریب جب اللہ تمھیں پوری فتح بخشے گا، یا اپنی طرف سے کوئی اور بات دکھائے گا، تو پھر یہ لوگ اُس پر، جو یہ اپنے دلوں میں چھپائے ہوئے ہیں، بڑے ہی شرمندہ ہوں گے۔

منافقین کی ذہنیت

مطلب یہ ہے کہ منافق ہمیشہ اِس بات کی اُمید رکھتے ہیں کہ مسلمان کسی گردش میں پھنس جائیں اور اُن کے معاملات خراب ہو جائیں اور کفّار اُن پر غالب آجائیں۔

عبادہ بن صامت نے جنابِ رسولِ خداؐ سے پوچھا کہ بہت سے یہودی میرے اچھے دوست ہیں، مگر میں اُنکی دوستی کو خدا اور اُس کے رسولؐ کی خاطر چھوڑتا ہوں، اور خدا اور اُس کے رسولؐ کی دوستی اختیار کرتا ہوں۔"

اِس پر ابنِ اُبی نے کہا کہ "میں تو ایسا شخص ہوں جو زمانے کی گردش سے ڈرتا ہو۔ اِس لئے میں اپنے دوستوں کی دوستی نہیں چھوڑتا"۔ اُس کی ردّ پر یہ آیت نازل ہوئی۔ (تفسیر صافی ص۱۳۶)

www.drhasanrizvi.org

وَيَقُوْلُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَهٰٓؤُلَاۗءِ (۵۳) تو اُس وقت اہلِ ایمان کہیں گے:

الَّذِيْنَ اَقْسَمُوْا بِاللّٰهِ جَهْدَ اَيْمَانِهِمْ ۙ اِنَّهُمْ لَمَعَكُمْ ۭ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ فَاَصْبَحُوْا خٰسِرِيْنَ ۵۳ الثلثۃ

"کیا یہ وہی لوگ ہیں جو اللہ کے نام کی بڑی بڑی قسمیں کھا کھا کر ہمیں یقین دلایا کرتے تھے کہ ہم تو تمہارے ہی ساتھ ہیں"، اب اُن کے تمام کے تمام کام اکارت ہوگئے، اور وہ بڑا ہی نقصان اُٹھانے والے نامراد ہو کر رہے۔

منافقوں کا بُرا انجام

اِس میں منافقوں کی آخرت کے بُرے انجام کو بتایا گیا ہے۔ یہ بات قیامت کے دن مومن کہیں گے ـــــ (شاہ ولی اللہ)

ممکن ہے کہ دُنیا ہی میں منافقوں کا راز فاش ہونے کے بعد مسلمان حیران ہوکر ایسا کہیں۔

اب نقصان اُٹھانے کا مطلب پہلے معنی کے اعتبار سے آخرت کی سزا ہے۔ اور دوسرے معنی کے لحاظ سے نقصان اُٹھانے سے مراد منافقوں کا منصوبہ ناکام ہوجانا ہے۔ (جلالین - تبیان)

منافقوں کے اعمال حبط ہونے کے معنی اُن کی ظاہری عبادتیں، اطاعتیں یا منافقانہ چالوں اور دو رُخی کارروائیوں کا بھی برباد ہوجانا ہے، اور ظاہری نمازوں و خیراتوں کا بھی بے معنی ثابت ہوجانا ہے۔

www.drhasanrizvi.org

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَنْ يَّرْتَدَّ مِنْكُمْ عَنْ دِيْنِهٖ فَسَوْفَ يَاْتِي اللّٰهُ بِقَوْمٍ يُّحِبُّهُمْ وَيُحِبُّوْنَهٗٓ اَذِلَّةٍ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اَعِزَّةٍ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ يُجَاهِدُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَلَا يَخَافُوْنَ لَوْمَةَ لَآئِمٍ ۭ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ ۭ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ۵۴

(۵۴) اے وہ لوگو! جو ایمان لائے ہو، اگر تم میں سے کوئی بھی اپنے دین سے پھر تا ہے[1] (تو پھر جائے)، خدا اور بہت سے ایسے لوگ پیدا کر دے گا جن سے وہ محبت کرتا ہوگا اور جو اُس سے محبت کرتے ہوں گے[1] وہ ایمانداروں پر نرم و مہربان و متواضع ہوں گے اور منکرینِ حق کے مقابلے پر بڑے ہی سخت ہوں گے۔ وہ اللہ کی راہ میں سخت جہاد کریں گے، اور ملامت کرنے والوں کی ملامت سے خوفزدہ نہ ہوں گے[2]۔ اِن (اوصاف کا ہونا) اللہ کا خاص فضل و کرم ہے، جسے بھی وہ چاہتا ہے عطا فرماتا ہے اور اللہ تو بڑی سمائی والا، وسیع ذرائع کا مالک اور سب کچھ جاننے والا ہے۔

اللہ، امیر المومنینؑ کے اوصاف کی نشاندہی فرما رہا ہے۔

[1] آیت کا حاصلِ مطلب یہ ہے کہ اگر تم دینِ اسلام سے پھر جاؤ گے تو ہرگز اللہ کے دین کو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکو گے۔ اس لیے کہ خدا اپنے دین کو حمایت کرنے والوں سے خالی نہیں چھوڑتا۔ (تفسیر صافی صـ ۱۳۶)

www.drhasanrizvi.org

ع بعض مفسرین کا خیال ہے کہ اس آیت میں اُن مسلمانوں کی تعریف کی گئی ہے جنھوں نے روم اور ایران جیسے ملکوں کو فتح کیا۔ مگر کیا کیا جائے جو صفتیں اس آیت میں بیان کی جارہی ہیں، وہ اُن فاتحین پر منطبق ہی نہیں ہوتیں۔ تاریخ کے اعتبار سے یہ صفات جناب رسولِ خدا ؐ اور حضرت علیؑ کے اُن ساتھیوں پر منطبق ہوتی ہیں جنھوں نے بعدِ رسول ؐ منافقین کے خلاف جہاد کیا۔ جناب رسولِ خدا ؐ نے بھی روزِ خیبر یہ صفت حضرت علیؑ ہی کیلئے بیان فرمائی تھی۔ آپ ؐ نے فرمایا تھا: "میں کل اُس مرد کو علَم دوں گا، جو بڑھ بڑھ کر حملے کرنے والا ہوگا، اللہ اور اُس کا رسول ؐ اُس سے محبت کرتے ہوں گے اور وہ خدا اور اُس کے رسول ؐ سے محبت کرنے والا ہوگا۔" ——— (بخاری شریف، مجمع البیان)

لَاُعْطِیَنَّ الرَّایَةَ غَدًا رَجُلًا یُحِبُّ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ وَیُحِبُّہُ اللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ کَرَّارًا غَیْرَ فَرَّارٍ لَا یَرْجِعُ حَتّٰی یَفْتَحَ اللّٰہُ عَلٰی یَدِہٖ ثُمَّ اَعْطَاھَا اِیَّاہُ (الحدیث)

دوسری تفسیر یہ ہے کہ اس سے مراد حضرت امام مہدی ؑ اور ان کے ساتھی ہیں، جو دُنیا کو عدل و انصاف سے بھر دیں گے۔ ——— (تفسیر علی ابن ابراہیم)

"عہ تفسیر مجمع البیان میں ہے۔ جنابِ رسالتمآب ؐ سے اس کے معنی دریافت کیے گئے" فَسَوْفَ یَاْتِی اللّٰہُ بِقَوْمٍ " تو آپ ؐ نے سلمانؓ کے کندھے پر ہاتھ مارا اور فرمایا: "اس کے ساتھی مراد ہیں پھر فرمایا: لَوْ کَانَ الدِّیْنُ مُعَلَّقًا بِالثُّرَیَّا لَتَنَاوَلَہٗ رِجَالٌ مِّنْ اَبْنَاءِ فَارِسَ"

یعنی: اگر دین کو ثریّا جیسی بلندی پر بھی لٹکا دیا جائے تب بھی اُس کو ایران کے لوگ حاصل کرلیں گے۔" ——— (بحوالہ تفسیر انوار النجف جلد ۵ صفحہ ۱۲)

www.drhasanrizvi.org

اِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوا الَّذِيْنَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَهُمْ رٰكِعُوْنَ ۝ ۵۵

(۵۵) تمہارا حاکم و سرپرست صرف اللہ ہے اور اُس کا رسولؐ ہے اور وہ ایماندار لوگ ہیں جو نماز ادا کرتے ہیں اور اس حال میں کہ وہ رکوع میں ہوں خیرات دیتے ہیں۔

بیمثال ولی بیمثال نماز گذار بیمثال رکوع میں بیمثال خیرات دینے والے بیمثال فرد علی وصی نبیؐ

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ ایک دن حضرت علی ابنِ ابی طالب علیہ السلام ظہر کی نماز پڑھ رہے تھے۔ آپؑ کے بدن پر ایک حُلّہ یعنی بہت قیمتی لباس تھا جس کی قیمت ایکہزار دینار تھی۔ وہ حبشہ کے بادشاہ نجاشی نے جناب رسولِ خداؐ کو بطور ہدیہ (تحفہ) دیا تھا۔ وہی لباس آپؐ نے حضرت علیؑ کو عطا فرمادیا تھا حضرت علیؑ رکوع کے عالم میں تھے کہ ایک سوالی نے آکر کہا: "اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا وَلِيَّ اللّٰهِ وَاَوْلٰى بِالْمُؤْمِنِيْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ۔" (یعنی) "سلام ہو آپؑ پر اے اللہ کے دوست (ولی) اور اے وہ جو کہ مومنین کے نفوس پر اُن سے بھی زیادہ حقِ تصرف رکھتے ہیں۔" مجھ مسکین کو کچھ صدقہ دیجیے۔" آپؑ نے اُسی رکوع کے عالم میں اپنے لباس کے اوپر سے وہ حُلّہ اتار پھینکا اور اعلٰی

(باقی اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں)

www.drhasanrizvi.org

(پچھلے صفحے کا بقیہ)

سے اُس کی طرف اشارہ کیا کہ اُسے اُٹھالو۔ اسی واقعے پر خدا نے یہ آیت اُتاری۔ اصل میں وہ سوال کرنے والا خدا کا بھیجا ہوا ایک فرشتہ تھا۔"

(تفسیر صافی ص۱۳۷ بحوالہ کافی)

اہلِ سنّت کے مفسرین نے اس آیت کی شانِ نزول میں ایک طویل حدیث تحریر فرمائی ہے جس کو اختصار سے نقل کیا جاتا ہے: "جناب ابوذر غفاریؓ فرماتے ہیں کہ واقعہ ظہر کی نماز میں اُس وقت ہوا جب ہم آنحضرتؐ کے ساتھ مسجد میں نماز پڑھ رہے تھے کہ ایک سائل نے سوال کیا، جب اُسے کچھ نہ ملا تو اُس نے خدا سے شکایت کی کہ اے خدا تو گواہ رہیو میں نے تیرے نبی کی مسجد میں سوال کیا اور مجھے کسی نے کچھ نہ دیا۔ اُس وقت جناب امیر المومنین حضرت علیؑ نے سائل کو اپنی اُنگلی سے انگوٹھی اُتارنے کا اشارہ کیا۔ سائل نے انگوٹھی اُنگلی سے اُتار لی۔ اِس کے بعد جب آنحضرتؐ کو اس کا علم ہوا تو آنحضرتؐ نے دعا مانگی: "الٰہی میرے بھائی موسیٰؑ نے تجھ سے استدعا کی تھی: "رَبِّ اشْرَحْ لِي صَدْرِي ... الخ (سورہ طٰہٰ)

"میرے پروردگار! میرے سینے کو کشادہ کر دے اور میرے کام کو آسان بنا دے اور میری زبان کی گرہ کو کھول دے تاکہ لوگ میری باتیں سمجھ سکیں اور میرے اہل سے میرے بھائی ہارُون کو میرا وزیر بنادے تاکہ اُس کی وجہ سے میری کمر مضبوط ہو جائے اور میرے کام میں اُس کو میرا شریک بنادے۔" پس اے اللہ! تُو نے اپنا فرمان اُن پر نازل فرمایا کہ: "ہم تیرے بھائی کی وجہ سے تیرے بازو قوی کر دیں گے اور تم دونوں کو غالب بنادیں گے۔" الٰہی میں محمدؐ ہوں اور تیرا برگزیدہ نبی ہوں

(باقی اگلے صفحے کے حاشیے پر)

www.drhasanrizvi.org

وَمَنۡ يَّتَوَلَّ اللّٰهَ وَرَسُوۡلَهٗ وَ (۵۶) الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا فَاِنَّ حِزۡبَ اللّٰهِ هُمُ الۡغٰلِبُوۡنَ ۵۶

اور جو اللہ اور اُس کے رسولؐ اور ایمانداروں سے تولّیٰ رکھے تو یقین رکھے کہ اللہ کا لشکر ہی غالب آنے والا ہے

(پچھلے صفحے کا بقیہ) پس میرے سینے کو بھی کشادہ کر دے اور میرے کارِ رسالت کو آسان بنا دے اور میرے اہلِ بیت میں سے میرے بھائی علیؑ کو میرا وزیر بنا دے اور اُس کی وجہ سے میری کمر کو مضبوط بنا دے۔" ابوذرؓ کہتے ہیں کہ یہ دعا ختم نہ ہوئی تھی کہ یہ آیت نازل ہوئی اور علیؑ کو ولایت کی سند مل گئی۔ (تفسیر ثعلبی، اسباب نزول، تفسیر کشاف، سُنن نسائی، ابنِ جوزی، مناقب خوارزمی، تذکرۃ الخواص، ریاض النضرۃ بحوالہ روح القرآن ۱۹۲)

(آیت ۵۶ :)

اللہ اور رسولِ خداؐ اور اہلِ ایمان کو اپنا سرپرست بنانے والوں کو اللہ اور رسولؐ اور ایمانداروں سے تولّیٰ کرنے والا کہا جاتا ہے۔ یہی لوگ اللہ کا لشکر ہیں جو بالآخر امام مہدیؑ کی قیادت میں دُنیا پر غالب آ کر رہیں گے۔ اور آج بھی وہ اپنے دلائل کے اعتبار سے غالب ہیں۔ اور حقیقتاً غلبہ مومنین ہی کے لیے ہے اگرچہ خدا کی خاص حکمت اور امتحان کے سبب سے یہ ممکن ہے کہ دنیا میں کسی خاص وقت اُن کا ظاہری غلبہ اور سربلندی نمایاں نہ ہو۔ لیکن آخرت میں تو اُن کا غلبہ بہرحال ظاہر ہو کر ہی رہے گا۔ جو ابدی اور حقیقی غلبہ ہوگا۔ ؎ (کوئی اندازہ کر سکتا ہے اُس کے زورِ بازو کا ۔
نگاہِ مردِ مومن سے بدل جاتی ہیں تقدیریں)

ڈاکٹر اقبال

www.drhasanrizvi.org

(٥٧) يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا الَّذِينَ اتَّخَذُوا دِينَكُمْ هُزُوًا وَلَعِبًا مِنَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَالْكُفَّارَ أَوْلِيَاءَ ۚ وَاتَّقُوا اللَّهَ إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ ۝ ٥٧

اے ایمان دارو! اُس جماعت میں سے جنھیں تم سے پہلے (آسمانی) کتاب دی گئی ہے، جن لوگوں نے تمہارے دین کو کھیل اور مذاق سمجھ رکھا ہے، اور منکرینِ حق کو اپنا دوست نہ بناؤ۔ ایسا کرتے ہوئے اللہ کے غضب سے ڈرو اگر تم (واقعی) ایمان والے ہو۔

دینِ خدا کا مذاق اُڑانے والوں سے دوستی نہ کرو

کیونکہ اہلِ کتاب مسلمانوں کے دین کی ہنسی اُڑایا کرتے تھے اس لیے اُن سے دوستی کی مخالفت کی گئی۔ یہ اس لیے کہ یہ بات خدا سے دوستی کے تقاضوں کے نہایت خلاف ہے کہ جو خدا کے دین کا مذاق اُڑائیں اُن سے دوستی رکھی جائے۔

یہ جو کہا گیا کہ "وہ دینِ کا مذاق اُڑاتے تھے" تو اس کے بارے میں روایات بتاتی ہیں کہ وہ لوگ نماز اور اذان تک کا مذاق اُڑاتے تھے۔ مدینے کا ایک یہودی اذان کے وقت جب رسولِ خداؐ کا نام آتا تھا تو کہتا تھا کہ (معاذ اللہ) "اللہ جھوٹے کو جلائے"۔ چنانچہ ایک رات خود اُس کا نوکر آگ لے کر اُس کے گھر میں داخل ہوا جبکہ اُس کے سارے گھر والے سو رہے تھے۔ آگ سے ایک چنگاری اُڑی جس نے مکان سمیت اُس کو اور اُس کے سارے گھر والوں کو جلا کر راکھ کر دیا۔ (خس کم جہاں پاک) (تفسیر صافی ص ١٣٨)

نتیجہ: فقہاء نے نتیجہ نکالا کہ اِس آیت نے اُن سب لوگوں سے قطع تعلقات کو واجب قرار دیا ہے کہ جو دینِ حق کا مذاق اُڑاتے ہیں۔ (تفسیر کبیر) اور مشرکوں سے بھی مدد لینا ناجائز ہے۔ (جصاص)

www.drhasanrizvi.org

وَ اِذَا نَادَيْتُمْ اِلَى الصَّلٰوةِ (٥٨)	اور جب تم نماز کے لیے اذان دیتے
اتَّخَذُوْهَا هُزُوًا وَّ لَعِبًا	ہو تو وہ اُسے ہنسی کھیل اور مذاق بنالیتے
ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَعْقِلُوْنَ ۝	ہیں۔ یہ اِس وجہ سے ہے کہ وہ بے عقل ہیں
قُلْ يٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ هَلْ (٥٩)	کہدو کہ اے اہلِ کتاب! آخر تم ہماری
تَنْقِمُوْنَ مِنَّاۤ اِلَّاۤ اَنْ اٰمَنَّا	کس بات پر ناراض ہو سوا اِس کے کہ
بِاللّٰهِ وَمَاۤ اُنْزِلَ اِلَيْنَا وَمَاۤ	ہم نے اللہ کو مانا اور اُس کو مانا جو
اُنْزِلَ مِنْ قَبْلُ ۙ وَاَنَّ	ہم پر اُتارا گیا اور اُس کو بھی جو پہلے اُترا
اَكْثَرَكُمْ فٰسِقُوْنَ ۝ ٥٩	تھا۔ حالانکہ تم میں سے اکثر نافرمان ہیں۔

آیت نمبر ٥٨ : شروع میں تو بُت پرستوں کو کافر کہا جاتا تھا۔ کیونکہ وہ خدا اور رسولوں کو نہیں مانتے تھے۔ اور حضرت موسیٰؑ اور حضرت عیسیٰؑ کے ماننے والوں کو اہلِ کتاب کہا جاتا تھا۔ مگر کیونکہ بہت سے اہلِ کتاب نے جناب محمدؐ مصطفیٰ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اور قرآن کو نہ مانا، اِس لیے پھر وہ بھی کافروں میں شامل ہو گئے۔ اِس لیے کہ کافر اُسی کو کہتے ہیں جو ابدی حقیقتوں کو ماننے سے انکار کر دے ——— (تبیان)

آیت نمبر ٥٩ : مطلب یہ ہے کہ اے اہلِ کتاب! اگر تمھارے نزدیک ایمان لانا اور ہمارے اوپر کتاب نازل ہونا بہت بُری باتیں ہیں تو اِس سے کہیں زیادہ بُری باتیں تو وہ ہیں جو تمھارے اندر پائی جاتی ہیں۔ گویا اُن کے ضمیر اور دل و دماغ کو جھنجوڑا جا رہا ہے۔

(تفسیر کبیر)

www.drhasanrizvi.org

قُلْ هَلْ أُنَبِّئُكُم بِشَرٍّ (٦٠) (پھر) کہو کہ کیا میں تم کو اُن لوگوں کی
مِّن ذَٰلِكَ مَثُوبَةً عِندَ خبر دُوں جن کا انجام خدا کے ہاں فاسقوں
اللَّهِ ۚ مَن لَّعَنَهُ اللَّهُ وَغَضِبَ اور بدکاروں سے بھی بدتر ہے ؟ یہ وہ ہیں
عَلَيْهِ وَجَعَلَ مِنْهُمُ الْقِرَدَةَ کہ جن پر خدا نے لعنت کی، جن پر اُس کا
وَالْخَنَازِيرَ وَعَبَدَ الطَّاغُوتَ ۚ غضب ٹوٹا، جن میں سے خدا نے کچھ کو
أُولَٰئِكَ شَرٌّ مَّكَانًا وَأَضَلُّ بندروں اور سوّروں کی شکل میں کر دیا،
عَن سَوَاءِ السَّبِيلِ ۝ ٦٠ اور جس نے "طاغوت" (یعنی) باطل معبودوں،
حاکموں کی بندگی کی، یہی لوگ بدترین درجہ اور جگہ (جہنم) پانے والے اور سیدھے راستے
سے بہت ہی زیادہ ہٹے ہوئے ہیں۔

خدا کی نافرمانی کا دنیا ہی میں بدترین انجام

روایات بتاتی ہیں کہ جن یہودیوں نے "سبت" یعنی ہفتے کے دن کے احکاماتِ خدا کی تعمیل نہ کی (یعنی ہفتے کے دن بھی شکار کیا، کاروبار کیا) وہ بندر بنا دیے گئے۔ اور جن لوگوں (عیسائیوں) نے اُس دسترخوان (مائدہ) کو جھٹلایا جو آسمان سے حضرت عیسیٰؑ پر اُترا تھا، اُنھیں سوّر بنا دیا گیا۔

"طاغوت" سے مراد شیطان بھی ہے اور ہر وہ چیز بھی ہے کہ جس کی خدا کو چھوڑ کر بندگی اور اطاعت کی جائے۔ مثلاً حاکمِ جابر و ظالم، باطل کی قوتیں، دین دشمن حکومتیں وغیرہ ہیں۔ (گویا خدا کے سوا ہر وہ طاقت جس کی اطاعت کی جائے اِس میں کاہن، جادوگر، جھوٹے مذہبی اور سیاسی رہنما بھی شامل ہیں) (تفسیر صافی ص ۱۳۸)

www.drhasanrizvi.org

(۶۱) وَاِذَا جَآءُوْكُمْ قَالُوْٓا اٰمَنَّا وَقَدْ دَّخَلُوْا بِالْكُفْرِ وَهُمْ قَدْ خَرَجُوْا بِهٖ ۭ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا كَانُوْا يَكْتُمُوْنَ ۝ ۶۱

اور جب وہ تم لوگوں کے پاس آتے ہیں تو وہ کہتے ہیں کہ ہم تو حق کو مانتے ہیں۔ حالانکہ وہ کفر و انکار ہی لیے ہوئے داخل ہوتے تھے اور اسی کے ساتھ باہر نکلے ہیں۔ اور جو کچھ بھی وہ چھپاتے ہیں اللہ اُسے خوب اچھی طرح جانتا ہے۔

(۶۲) وَتَرٰى كَثِيْرًا مِّنْهُمْ يُسَارِعُوْنَ فِي الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ وَاَكْلِهِمُ السُّحْتَ ۭ لَبِئْسَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝ ۶۲

اور اُن میں سے بہت سوں کو تم دیکھو گے کہ وہ گناہ، ظلم اور زیادتی اور حرام خوری میں بڑی ہی تیزی دکھاتے ہیں۔ کتنا بُرا کام وہ کر رہے ہیں۔

یہودی علماء کے نفاق، گناہ، عدوان اور حرامخوری پر سخت لے دے

(آیت ۶۱) یہ اُن یہودی منافقوں کا ذکر ہے جو دل میں کفر کے عقائد رکھتے تھے اور مسلمانوں کے سامنے خود کو مسلمان ظاہر کرتے تھے۔ (جلالین)

(آیت ۶۲) "اِثم" میں جھوٹ کی قسم کے سارے گناہ شامل ہیں۔ جو اپنی ذات تک محدود ہیں (کشاف، ابن جریر)
"عدوان" سے مراد ظلم، زیادتی، اور سرکشی ہے۔ یعنی وہ گناہ جو دوسروں سے تعلق رکھتے ہیں۔ (کشاف)
اور "حرامخوری" سے مراد سود کھانا، رشوت کھانا، جبر یا مکر سے کسی کا مال ہتھیانا۔ یہ اکابر یہود (علماء) کا ذکر ہے۔ (قرطبی) اصحاب رسولؐ کے نزدیک یہ آیت سخت ترین آیتوں میں سے ہے*۔ (بقول ابن عباس)

* (کشاف - ابن جریر)

www.drhasanrizvi.org

لَوْلَا يَنْهٰىهُمُ الرَّبّٰنِيُّوْنَ وَ (۶۳) الْاَحْبَارُ عَنْ قَوْلِهِمُ الْاِثْمَ وَاَكْلِهِمُ السُّحْتَ ؕ لَبِئْسَ مَا كَانُوْا يَصْنَعُوْنَ ۝ ۶۳

آخر اُن کو خدا پرست ، خدا والے لوگ اور علماء جھوٹ بولنے اور حرام خوری سے کیوں نہیں روکتے؟ یہ کتنا بُرا کام ہے جو وہ کرتے رہتے ہیں

امر بالمعروف اور نہی عَنِ المنکر سے گریز پر علماء اور خدا پرست لوگ بھی عذاب سے نہ بچ سکے

حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا: "تم سے پہلے لوگ خدا کی نافرمانی کرنے کی وجہ سے ہلاک و برباد ہوئے ۔ اُن کے علماء اُن کو گناہوں سے منع بھی نہ کرتے تھے ۔ نتیجہ یہ ہوا کہ وہ لوگ اپنی نافرمانیوں میں بڑے جری اور سرکش ہو گئے ۔ اور کیونکہ اُن کے علماء نے بھی اُن کو بُرائیوں سے نہ روکا اِس لیے اُن سب کے سب پر خدا کا عذاب نازل ہوا لیکن سزا پانے کے بعد وہ لوگ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر بجالانے لگے ۔ یعنی لوگوں کو اچھے کاموں کی ترغیب دینے لگے اور بُرے کاموں سے روکنے لگے" ——— (تفسیر صافی صفحہ ۱۳۸)

اِس سے پہلی آیت میں تو اہلِ کتاب کے عوام کے بارے میں کہا گیا تھا کہ: "کتنا بُرا ہے جو وہ کرتے ہیں" ۔ اب اِس آیت میں اُن کے علماء اور خدا پرست لوگوں کے بارے میں کہا جا رہا ہے کہ وہ علماء اور نیکوکار ہو کر بھی لوگوں کو نیکیوں کی ترغیب نہیں دیتے اور بُرائیوں سے نہیں روکتے ۔ فی زمانہ علماءِ اسلام بھی "نَعْلَ بِالنَّعْلِ" کے مصداق ہوتے جا رہے ہیں جس سے عوام میں قتل و غارت گری اور ڈکیتیاں نظر آ رہی ہیں ۔

www.drhasanrizvi.org

وَ قَالَتِ الْیَهُوْدُ یَدُ اللّٰهِ (۶۴) مَغْلُوْلَةٌ ؕ غُلَّتْ اَیْدِیْهِمْ وَ لُعِنُوْا بِمَا قَالُوْا ۘ بَلْ یَدٰهُ مَبْسُوْطَتٰنِ ۙ یُنْفِقُ كَیْفَ یَشَآءُ ؕ وَ لَیَزِیْدَنَّ كَثِیْرًا مِّنْهُمْ مَّاۤ اُنْزِلَ اِلَیْكَ مِنْ رَّبِّكَ طُغْیَانًا وَّ كُفْرًا ؕ وَ اَلْقَیْنَا بَیْنَهُمُ الْعَدَاوَةَ وَ الْبَغْضَآءَ اِلٰى یَوْمِ الْقِیٰمَةِ ؕ كُلَّمَاۤ اَوْقَدُوْا نَارًا لِّلْحَرْبِ اَطْفَاَهَا اللّٰهُ ۙ وَ یَسْعَوْنَ فِی الْاَرْضِ فَسَادًا ؕ وَ اللّٰهُ لَا یُحِبُّ الْمُفْسِدِیْنَ ۝ ۶۴

اور یہودیوں کا قول ہے کہ اللہ کا ہاتھ بندھا ہوا ہے۔ اُن ہی کے ہاتھ بندھیں اور اُن پر لعنت کی گئی، اس بات کی وجہ سے جو اُنھوں نے کہی۔ بلکہ اللہ کے ہاتھ تو کھلے ہوئے (کشادہ) ہیں، وہ جس طرح چاہتا ہے عطا کرتا ہے۔ اور جو کچھ آپ پر آپ کے پالنے والے کی طرف سے اُتارا گیا ہے، وہ اُن میں سے بہت سوں کی سرکشی اور انکارِ حق میں مزید اضافہ ہی کرے گا۔ اور ہم نے ان لوگوں کے درمیان بُغض و دشمنی کو قیامت تک کے لیے ڈال دیا ہے۔ وہ جب بھی جنگ کی آگ سُلگائیں گے اللہ اُس کو بُجھا دے گا۔ اور یہ لوگ تو زمین میں فساد ہی پھیلاتے پھرتے ہیں جبکہ اللہ فساد پھیلانے والوں کو دوست نہیں رکھتا۔

یہودیوں نے اللہ پر کتنا بڑا اتہام لگا دیا

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ جناب رسولِ خداؐ نے فرمایا کہ: "اس آیت میں ہاتھ بندھے ہونے سے فقط یہ

www.drhasanrizvi.org

مراد نہیں کہ یہودیوں نے خدا کو کنجوس سمجھا، بلکہ اُن کا اصل مطلب یہ تھا کہ خدا نے جو کچھ کرنا تھا وہ کر چکا۔ اب نہ تو وہ کسی کی روزی بڑھاتا ہے اور نہ گھٹاتا ہے۔ خدا نے اس آیت سے اُن کے اِس قول کی تردید کر دی۔ خدا جس طرح چاہے اور جس کو چاہے عطا فرماتا ہے۔ دوسری جگہ خود قرآن میں فرمایا: "یَمْحُوا اللّٰهُ مَا یَشَآءُ وَ یُثْبِتُ وَ عِنْدَهٗۤ اُمُّ الْكِتٰبِ" (یعنی) اللہ جس چیز کو چاہتا ہے مٹا دیتا ہے اور جو کچھ چاہتا ہے قائم رکھتا ہے، اور اُس کے پاس اُمّ الکتاب ہے۔" (قرآن)

* ________ (تفسیر علی ابن ابراہیم و تفسیر صافی ص ۱۳۸)

اس کے علاوہ اِس فقرے کے دو مطلب اور بھی بتائے گئے ہیں:-

(۱) جب خدا نے یہ حکم دیا کہ "اللہ کو قرضِ حسنہ دو" تو دولتمند یہودیوں نے خوب مذاق اُڑایا کہ لو، مسلمانوں کے خدا کے پاس پیسہ نہیں رہا ہے اِس لیے وہ ہم سے قرض مانگ رہا ہے۔

(۲) یہ کہ مسلمانوں کی فقیری اور پریشان حالی دیکھ کر اُنھوں نے کہا کہ مسلمانوں کا خدا تو خود غریب ہے۔ اِسی لیے اِن کو مال و دولت نہیں دے سکتا۔ (معاذ اللہ)

* ________ (تفسیر تبیان)

؎ اور خدا کا فرمانا کہ "جب وہ لڑائی کے لیے آگ بھڑکاتے ہیں، خدا اُس کو بجھا دیتا ہے۔" یعنی۔ یہودیوں کی شرارتیں چلنے نہیں دیتا۔ اُن کی ہر تدبیر باطل کر دیتا ہے۔ اور عام طور سے اِس طرح کہ خود اُنہی کے لوگ اُن کی مخالفت میں اُٹھ کھڑے ہوتے ہیں۔

* ________ (بحر)

www.drhasanrizvi.org

وَلَوْ اَنَّ اَهْلَ الْكِتٰبِ اٰمَنُوْا وَاتَّقَوْا لَكَفَّرْنَا عَنْهُمْ سَيِّاٰتِهِمْ وَلَاَدْخَلْنٰهُمْ جَنّٰتِ النَّعِيْمِ ۝ ۶۵

(۶۵) اور اگر اہلِ کتاب ایمان لے آتے اور خدا سے ڈرتے ہوئے بُرائیوں سے بچتے، تو ہم خود ضرور اُن کی غلطیوں کو نظر انداز کر کے مٹا دیتے اور اُنھیں راحت اور نعمتوں والے باغوں میں ضرور داخل کر دیتے۔

وَلَوْ اَنَّهُمْ اَقَامُوا التَّوْرٰىةَ وَالْاِنْجِيْلَ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِمْ مِّنْ رَّبِّهِمْ لَاَكَلُوْا مِنْ فَوْقِهِمْ وَمِنْ تَحْتِ اَرْجُلِهِمْ ؕ مِنْهُمْ اُمَّةٌ مُّقْتَصِدَةٌ ؕ وَكَثِيْرٌ مِّنْهُمْ سَآءَ مَا يَعْمَلُوْنَ ۝ ۶۶

(۶۶) اور کاش اُنھوں نے تورات، انجیل اور اُن دوسری کتابوں کو قائم کیا ہوتا جو اُن کے پروردگار کی طرف سے اُن کے پاس بھیجی گئی تھیں۔ اگر وہ ایسا کرتے تو اُن پر اوپر سے بھی رزق برستا اور نیچے سے بھی رزق اُبلتا۔ اگرچہ اُن میں سے کچھ لوگ میانہ روی پر قائم ہیں، لیکن اُن میں کی اکثریت بہت ہی بُرے کام کر رہی ہے۔

(آیت ۶۵) محققین نے نتیجہ نکالا کہ ایمان لانے اور اپنے اعمال درست کر لینے سے پچھلی غلطیاں معاف ہو جاتی ہیں۔
(آیت ۶۶) تورات اور انجیل کی پابندی کرنے کا مطلب یہ ہے کہ اِن کتابوں کے احکامات پر عمل کرتے اور اُن میں اپنی من مانی تبدیلیاں نہ کرتے۔
(قرطبی)

www.drhasanrizvi.org

يٰٓاَيُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ ؕ وَاِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسٰلَتَهٗ ؕ وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الْكٰفِرِيْنَ ۝ ٦٧

(٦٧) اے رسولؐ! جو اللہ کی طرف سے آپؐ پر اُتارا گیا ہے، اُسے پہنچا دیجیے۔ اور اگر آپؐ نے ایسا نہ کیا تو گویا آپؐ نے خدا کا کوئی پیغام ہی نہیں پہنچایا۔ اور اللہ خود لوگوں سے آپؐ کی حفاظت کرے گا۔ بلاشبہ اللہ منکرینِ حق کو منزلِ مقصود تک نہیں پہنچایا کرتا۔

حضرت علیؑ ابنِ ابی طالبؑ کی ولایت کا اعلان

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت ہے کہ "حضرت علی ابنِ ابی طالبؑ علیہ السلام کی ولایت کا اعلان جناب رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے جمعہ کے دن جو یوم عرفہ بھی تھا، فرمایا۔ آیتِ ولایت اُسی دن نازل ہوئی تھی۔ اور دین کی تکمیل حضرت علی ابنِ ابی طالبؑ علیہ السلام کی ولایت کے اعلان پر ہوئی۔

جب خدا نے جناب رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو حکم دیا کہ علیؑ کی ولایت کا اعلان فرمائیں تو جناب رسولِ خداؐ نے عرض کی کہ میری اُمّت ابھی ابھی کفر سے اسلام

(باقی اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں)

www.drhasanrizvi.org

(پچھلے صفحے کا بقیہ)

میں داخل ہوئی ہے۔ اگر میں اپنے چچازاد بھائی کی ولایت کا اعلان کروں گا تو کوئی کچھ کہے گا اور کوئی کچھ باتیں بنائے گا۔ جناب رسولِ خداؐ نے فرمایا کہ "یہ بات میں نے اپنی زبان سے کسی سے نہیں کہی تھی۔ صرف میرے دل میں ایسا خیال گذرا تھا کہ خدا کا دوسرا حکم آگیا، جس میں مجھے ڈرایا گیا تھا کہ اگر میرے اِس حکم کو نہ پہنچایا تو گویا کارِ رسالت ہی انجام نہ دیا۔"

یہ آیت سُنتے ہی اُسی وقت جناب رسولِ خدا صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے حضرت علیؑ کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیا اور فرمایا: "اے لوگو! جو نبیؑ مجھ سے پہلے گذر چکے ہیں اُن میں سے ہر ایک کا خدا نے ایک وقت معیّن کر دیا تھا۔ جب خدا نے اُن کو بُلایا وہ چلے گئے۔ اب قریب ہے کہ میں بھی بُلایا جاؤں اور میں بھی چلا جاؤں، مجھ سے بھی سوال کیا جائے گا اور تم سے بھی۔ بتاؤ اُس وقت تم کیا کہو گے؟"

سب نے عرض کی کہ "ہم گواہی دیں گے کہ آپؐ نے خدا کے سارے احکامات ہمیں پہنچائے اور ہماری بھلائی چاہی۔ جو کچھ آپؐ کے ذمّے تھا آپؐ نے ادا کیا۔ خدا آپؐ کو تمام پیغمبروں سے افضل و برتر جزاء عطا فرمائے۔"

جب جناب رسولِ خدا صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے یہ جواب سُنا تو تین دفعہ فرمایا: "اَللّٰھُمَّ اشْھَدْ" (یعنی) اے اللہ! تو گواہ رہنا۔" پھر فرمایا: "مَنْ کُنْتُ مَوْلَاہُ فَھٰذَا عَلِیٌّ مَوْلَاہُ۔ جس کا میں مولا ہوں یہ علیؑ بھی اُس کا مولا ہے۔" (یعنی یہ علیؑ میرے

www.drhasanrizvi.org

بعد تم سب کا ولی (سرپرست، حاکم) ہے۔ تم میں سے جو حاضر ہیں وہ حاضر نہ ہونے والوں کو یہ خبر ضرور پہنچادیں۔''

پھر جناب امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا: "چونکہ جناب رسولِ خدا ساری مخلوق پر خدا کے علم اور اُس کے دین کے امین تھے جو اللہ نے اُن کو عطا فرمایا تھا' اِس لیے اُنھوں نے امانت کا حق ادا فرمایا۔ اِس طرح کہ خدا نے اپنے رسول کو حضرت علیؑ کی ولایت کے پہنچانے کا حکم دیا اور اُن پر یہی آیت نازل فرمائی اور اِس طرح اولی الامر (یعنی وہ لوگ جن کو خدا نے اپنے معاملات اور دین کی حفاظت کا کام سپرد کیا ہے' اور جو حکم دینے کے اہل ہیں) اِس لیے اُن کی اطاعت واجب کی۔ مگر لوگ نہ سمجھے کہ ولایت کیا چیز ہے؟

اِس وجہ سے خدا نے اپنے رسول کو حکم دیا کہ اُن کے لیے ولایت کی تفسیر ایسی کردیں جیسی نماز' روزہ' حج' زکوٰۃ' جہاد کی تفسیر کی تھی۔ جب خدا کا یہ حکم پہنچا تو جناب رسولِ خدا کو کچھ تردد ہوا۔ اُن کو ڈر یہ تھا کہ لوگ دین سے پھر جائیں گے اور مجھے جھٹلادیں گے۔ پس جناب رسولِ خدا نے خدا کی طرف رُجوع فرمایا۔ اِس پر خدا کی طرف سے یہی آیت اُتری۔

یہ سُن کر جناب رسول خدا نے خدا کے حکم کی فوراً تعمیل کی۔ (یہ آیت اُس وقت اُتری جب جناب رسولِ خدا اپنے آخری حج سے واپس ہو رہے تھے اور غدیرِ خُم کے مقام پر تھے۔)

آپؐ نے غدیرِ خُم پر "الصلوٰۃ الجامعۃ" سب کو بلائے جانے کا حکم ہوا جب سب حاضر ہوئے تو علیؑ کے مولیٰ ہونے کا اعلان فرمایا۔ اور یہ حکم بھی دیا کہ جو حاضر ہیں وہ غائب کو اِس بات کی خبر دیں۔'' اِس اعلان سے پہلے آپؐ نے ایک طولانی خطبے میں حضرت علیؑ اور دیگر اہلِ بیتِ رسولؐ کے فضائل اور اہمیت کو بیان فرمایا۔

(تفسیر صافی صہ ۱۳۹ سے صہ ۱۴۳ مع مفصل خطبہ)

www.drhasanrizvi.org

اہلِ سنّت کی تفاسیر میں بھی ابن ابی حاتم نے ابو سعید خُدری سے روایت کی ہے یہ آیت غدیرِ خُم میں حضرت علیؑ کے بارے میں نازل ہوئی۔

ابنِ مردویہ نے ابنِ مسعودؓ سے روایت کی ہے کہ ہم لوگ جناب رسول خداؐ کے زمانے میں اِس آیت کو اِس طرح پڑھا کرتے تھے "یٰاَیُّھَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَآ اُنْزِلَ اِلَیْکَ مِنْ رَّبِّکَ (اَنَّ عَلِیًّا مَوْلَی الْمُؤْمِنِیْنَ) وَاِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَہٗ۔ (یعنی) اے رسولؐ جو حکم تمہارے پالنے والے مالک کی طرف سے تم پر اُتار گیا ہے (کہ بلاشبہ علیؑ مومنین کے مولیٰ ہیں) اُسے پہنچادو۔ اور اگر تم نے ایسا نہ کیا تو گویا تم نے رسالتِ خدا کا کوئی پیغام ہی نہ پہنچایا"۔۔۔۔۔۔۔ (تفسیر درِ منثور علامہ جلال الدین سیوطی جلد ۲ صہ ۲۹۸ سطر ۸ مطبوعہ مصر)

اسی تفسیر درِ منثور جلد ۲ صہ ۲۹۸ پر ہے کہ: "پھر آپؐ نے حضرت علیؑ کو قریب بلا کر اُن کے دونوں ہاتھوں کو اپنے دونوں ہاتھوں سے پکڑ کر اتنا بلند کیا کہ آپؐ کے زیرِ بغل کی سفیدی ظاہر ہوگئی۔ اِس کے بعد فرمایا: مَنْ کُنْتُ مَوْلَاہُ فَھٰذَا عَلِیٌّ مَوْلَاہُ اَللّٰھُمَّ وَالِ مَنْ وَالَاہُ وَعَادِ مَنْ عَادَاہُ وَانْصُرْ مَنْ نَصَرَہٗ وَ اخْذُلْ مَنْ خَذَلَہٗ۔ یعنی جس کا میں مولیٰ ہوں اُس کا یہ علیؑ بھی مولیٰ ہے۔ خدایا دوست رکھ اُس کو جو اِس کو دوست رکھے اور دشمن رکھ اُس کو جو اِس کو دشمن رکھے اور مدد کر اُس کی جو اِس کی مدد کرے اور چھوڑ دے اور ذلیل کر اُس کو جو اِس کو چھوڑ دے"۔ اِس کے بعد آپؐ نے علیؑ کو ایک خیمے میں مبارکبادی لینے کے لیے بٹھادیا۔ حضرت عمر فرماتے تھے "مبارک ہو مبارک اے علیؑ ابن ابی طالبؑ کہ تم میرے اور تمام مومنین و مومنات کے آج سے مولا قرار پاگئے۔ (روضۃ الصفا جلد ۲ صہ ۲۱۵، اسبابُ النزول، ابونعیم، تفسیر کبیر، ثعلبی وغیرہ)

www.drhasanrizvi.org

پس حضرت ابوبکرؓ نے بھی حضرت علیؑ کو مبارکباد دی اور کہنے لگے :

" بَخٍ بَخٍ لَكَ يَاابْنَ اَبِي طَالِب اَصْبَحْتَ وَاَمْسَيْتَ مَوْلَايَ وَمَوْلٰى كُلِّ مُؤْمِنٍ وَّ مُؤْمِنَةٍ ۔ "

یعنی: " مبارک ہو مبارک ہو اے ابوطالبؑ کے بیٹے ! آپ تو آج سے میرے اور کل مومنوں اور مومنات کے مولیٰ و سرپرست ہو گئے ۔ "

عبداللہ ابنِ عباس رض نے وہیں کہہ دیا تھا کہ : " خدا کی قسم اب یہ چیز لوگوں کی گردنوں میں پڑ گئی ہے ۔ تو حسّانؓ بن ثابت نے عرض کی حضور ! مجھے بھی اجازت مرحمت فرمائیے کہ میں بھی علیؑ ابنِ ابی طالبؑ کی شان میں کچھ مدحیہ اشعار آپ کے سامنے پیش کروں ۔ تو حضورؐ نے فرمایا : اللہ کی برکت سے کہو ۔ حسّانؓ اُٹھے اور کہنے لگے کہ اے بزرگانِ قریش سُن لو کہ رسولِ خداؐ کے سامنے میرا قول ولایت کے معاملے میں ناقابلِ تردید ہوگا ۔ اِس کے بعد اپنا قصیدہ پیش کیا جس کا ایک شعر یہ ہے :

فَقَالَ لَهٗ قُمْ يَا عَلِيُّ فَاِنَّنِيْ رَضِيْتُكَ مِنْ بَعْدِيْ اِمَامًا وَّهَادِيًا

یعنی " حضورؐ نے فرمایا حضرت علیؑ سے کہ اے علیؑ ! کھڑے ہو جاؤ میں تم کو اپنے بعد والوں کا امام اور ہادی مقرّر کرتا ہوں ۔ فَمَنْ كُنْتُ مَوْلَاهُ فَهٰذَا وَلِيُّهٗ ۔ پس جس کا میں مولیٰ اُس کا یہ علیؑ بھی ولی و سرپرست ہے ۔ "

حارث بن نعمان نے تو اللہ سے اپنے لیے یہ دعا مانگی تھی کہ اے اللہ ! اگر رسولؐ کا یہ عمل تیری جانب سے ہے تو مجھ پر عذاب کر ۔ چنانچہ آسمان سے ایک شعلہ اُترا اور سر سے داخل ہو کر اُس کی مقعد سے نکل گیا اور وہ وہیں ڈھیر ہو گیا ۔ " سَاَلَ سَآئِلٌۢ بِعَذَابٍ وَّاقِعٍ " (سورۃ المعارج) کی تفسیر ملاحظہ فرمائیں ۔

www.drhasanrizvi.org

قُلۡ یٰۤاَہۡلَ الۡکِتٰبِ لَسۡتُمۡ (۶۸) کہدیجیے کہ اے اہلِ کتاب ! تم
عَلٰی شَیۡءٍ حَتّٰی تُقِیۡمُوا ہرگز کسی بُنیاد پر نہیں ہو جبتک کہ
التَّوۡرٰىۃَ وَ الۡاِنۡجِیۡلَ وَ تم توراتؔ ، انجیل اور جو کچھ بھی
مَاۤ اُنۡزِلَ اِلَیۡکُمۡ مِّنۡ رَّبِّکُمۡ ؕ تمہارے پالنے والے کی طرف سے
وَ لَیَزِیۡدَنَّ کَثِیۡرًا مِّنۡہُمۡ تمھاری طرف اُتارا گیا ہے' اُسے
مَّاۤ اُنۡزِلَ اِلَیۡکَ مِنۡ رَّبِّکَ قائم نہ رکھو۔ مگر یہ ضرور ہوگا کہ جو کچھ
طُغۡیَانًا وَّ کُفۡرًا ۚ فَلَا تَاۡسَ آپؐ پر اُتارا گیا ہے وہ اُن میں سے
عَلَی الۡقَوۡمِ الۡکٰفِرِیۡنَ ﴿۶۸﴾ اکثر کی سرکشی اور کُفر کو اور بڑھادے
گا۔ مگر آپؐ کافروں (منکرینِ حق) کی حالت پر قطعاً افسوس نہ کریں۔

مطلب یہ ہے کہ اِن دونوں کتابوں توراتؔ اور انجیل میں جنابِ رسولِ خدا ؐ کے بارے میں جو بشارتیں اور خوشخبریاں آئی ہیں، اُن کی تصدیق کرو اور جنابِ رسولِ خداؐ کے احکامات پر یقین رکھو۔

آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ اہلِ کتاب کا حال تو یہ ہے کہ وہ خود اپنی کتابوں پر بھی ایمان نہیں رکھتے یعنی اُن کتابوں کی بھی کوئی پرواہ نہیں کرتے جو خدا کی طرف سے اُن پر اُتاری گئی تھیں اِس لیے آخر میں اُن کو اُن کی سرکشی کی وجہ سے صاف صاف کافر یعنی حق کا منکر کہا گیا ہے۔ (فصل الخطاب)
آخر میں آنحضرتؐ کو "اِن کی گمراہی پر زیادہ غم نہ کریں" کہہ کر تسلی دی جارہی ہے کیونکہ یہ لوگ اپنی ضد اور حق دشمنی کی وجہ سے کسی ہمدردی کے مستحق نہیں۔ (ملخص از قرطبی و تفسیر کبیر)

www.drhasanrizvi.org

اِنَّ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَ الَّذِیۡنَ (۶۹)
هَادُوۡا وَ الصّٰبِـُٔوۡنَ وَ النَّصٰرٰی
مَنۡ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَ الۡیَوۡمِ
الۡاٰخِرِ وَ عَمِلَ صَالِحًا فَلَا
خَوۡفٌ عَلَیۡهِمۡ وَ لَا هُمۡ
یَحۡزَنُوۡنَ ۝ ۶۹

یقین جانو کہ مسلمان ہوں یا
یہودی ، صابی ہوں یا عیسائی ' جو
بھی اللہ اور آخرت کے دن کو مانے
گا اور اچھے کام کرے گا ' تو بیشک
اُس کے لیے نہ تو کوئی خوف ہو گا '
اور نہ کوئی رنج و غم ہو گا[1]

لَقَدۡ اَخَذۡنَا مِیۡثَاقَ بَنِیۡۤ (۷۰)
اِسۡرَآءِیۡلَ وَ اَرۡسَلۡنَاۤ اِلَیۡهِمۡ
رُسُلًا ؕ کُلَّمَا جَآءَهُمۡ
رَسُوۡلٌۢ بِمَا لَا تَهۡوٰۤی
اَنۡفُسُهُمۡ ۙ فَرِیۡقًا کَذَّبُوۡا
وَ فَرِیۡقًا یَّقۡتُلُوۡنَ ۝ ۷۰

یقین جانو ہم نے بنی اسرائیل سے
پکا عہد[2] لیا اور اُن کی طرف بہت سے پیغمبر
بھیجے ۔ مگر جب بھی کوئی پیغمبر اُن کے
پاس اُن کی خواہشوں کے خلاف کچھ بھی
لے کر آیا ' تو کسی کو تو اُنھوں نے جھٹلایا اور
کسی کو قتل کر دیا ۔

---

[1] (آیت ۶۹) مطلب یہ ہے کہ پہلے کوئی کچھ ہو لیکن اب معیارِ نجات سب کے لیے ایک ہے ' اور وہ اسلام کے اصول و فروع کو تسلیم کرنا اور اُن پر عمل کرنا ہے ۔ جو یہ کرے گا وہ آخرت کے خوف اور رنج سے نجات پائیگا ۔ (شاہ ولی اللہ)

[2] (آیت ۷۰) " لَقَدۡ اَخَذۡنَا " ۔ ان سے توحید ' نبوّت اور ولایت کا عہد لیا گیا تھا ۔ کیونکہ ان نبیوں نے اُن لوگوں سے وہ میثاق لیا تھا ' جو اُن پر مبعوث کیے گئے تھے اس لیے خدا اُن کے میثاق کو اپنی طرف منسوب کر رہا ہے ' (تفسیر صافی بحوالہ انوار النجف ص۱۲۶)

www.drhasanrizvi.org

وَحَسِبُوٓا اَلَّا تَكُونَ فِتۡنَةٌ فَعَمُوۡا وَصَمُّوۡا ثُمَّ تَابَ اللّٰهُ عَلَيۡهِمۡ ثُمَّ عَمُوۡا وَصَمُّوۡا كَثِيۡرٌ مِّنۡهُمۡ‌ؕ وَاللّٰهُ بَصِيۡرٌۢ بِمَا يَعۡمَلُوۡنَ ۝ (۷۱)

پھر اپنے نزدیک وہ یہ سمجھے کہ اب کوئی سزا نہ ملے گی۔ اِس کے بعد اُن میں سے بہت سے اندھے اور بہرے بن گئے۔ پھر بھی اللہ نے اُنھیں معاف کر دیا اس پر تو اُن میں سے اکثر اور زیادہ اندھے اور بہرے بنتے ہی چلے گئے۔ اللہ اُن کی یہ سب حرکتیں خوب دیکھتا رہا ہے۔

یہ لوگ آنکھوں کے اندھے، اور کانوں سے بہرے نہیں تھے بلکہ دل کے اندھے بہرے تھے

علامہ حسین واعظ کاشفی تحریر فرماتے ہیں کہ اِس آیت میں نبوتِ محمد مصطفیٰؐ سے انکار کرنے والوں کا حشر بتایا گیا ہے۔ (تفسیر حسینی صہ ۱۹۲)

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں کہ جب رسولِ کریمؐ زندہ تھے تو یہ لوگ ٹھیک بھی تھے، آنحضرتؐ کے بعد اندھے بہرے بنے۔ پھر خدا نے ان کی توبہ قبول کر لی اور جب حضرت علی ابن ابی طالبؑ علیہ السلام ظاہری خلیفہ ہوئے اور اس کے بعد پھر ہمیشہ کے لیے کچھ لوگ اندھے اور بہرے رہے۔ (تفسیر صافی صہ ۱۳۲ بحوالہ درمِ القرآن)

اندھے بہرے ہونے کا مطلب یہ ہے کہ حقیقت سے آنکھیں بند کر لیں اور حق کی آواز سُننے سے کان بند کر لیے۔ پھر اللہ سے توبہ تلّا کی تو خدا نے معاف کر دیا۔ مگر اس کے بعد پھر وہی پُرانا طریقہ اختیار کر لیا۔" وہی رفتار بے ڈھنگی جو پہلے تھی سو اب بھی ہے۔"

www.drhasanrizvi.org

غرض وہی اندھے بہرے پن کا طریقہ اختیار کرلیا۔ ــــــ (مجمع البیان)

"فتنہ" کے ایک معنی سزا کے بھی ہوتے ہیں۔ (قاموس، راغب، معالم)

اہلِ تحقیق نے یہاں یہی معنی لکھے ہیں۔ زبور بھی اس کی تائید کرتی ہے: "اے خداوند! شریر کب تک، ہاں شریر کب تک شادیانے بجائیں گے؟ وہ ڈکارتے اور گستاخی کی باتیں بولتے۔ ۔ ۔ ۔ اے خداوند! تیرے لوگوں کو پیس ڈالتے ہیں ۔ ۔ ۔ ۔ وہ بیوہ اور پردیسی کو جان سے مار دیتے ہیں اور یتیم کو قتل کرتے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ خداوند نہ دیکھے گا اور خدا ہرگز نہ سمجھ سکے گا۔ (یعنی ہرگز سزا نہ دے گا)

* ـــــــــــــ (زبور ۹۴ : ۳-۷)

لیکن "فتنہ" کے عام معنی امتحان لینے کے ہیں۔ بعض مفسّرین نے یہی معنی لیے ہیں

* ـــــــــــــ (قرطبی)

آیت کا مقصد بہرحال یہ ہے کہ خدا کی دی ہوئی مہلت نے اُنھیں حق کے قبول کرنے سے روک دیا ہے اور غافل اور دین سے بے نیاز کردیا ہے: اس لیے ہدایت کی طرف سے وہ اندھے ہوگئے ہیں۔ لیکن اللہ ان کو مناسب وقت پر سزا ضرور دیگا۔ (قرطبی۔ مدارک)

اسی لیے حضرت داؤدؑ نے فرمایا: "اے قوم کے بیوقوفو! اے جاہلو! تم کب ہوشیار ہوگے؟ وہ جس نے کان بنا کر لگایا، کیا نہیں سنتا؟ وہ جس نے آنکھ بنائی، کیا نہیں دیکھتا؟ وہ جو قوموں کو تنبیہ دے کر اپنی سزا سے ڈراتا ہے، کیا سزا نہ دے گا؟ وہ جو انسان کو دانش سکھاتا ہے، کیا خود واقفیت نہ رکھتا ہوگا۔؟"

* ـــــــــــــ (زبور ۹۴ : ۹)

www.drhasanrizvi.org

لَقَدْ كَفَرَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْمَسِيْحُ ابْنُ مَرْيَمَ ؕ وَقَالَ الْمَسِيْحُ يٰبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اعْبُدُوا اللّٰهَ رَبِّيْ وَرَبَّكُمْ ؕ اِنَّهٗ مَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدْ حَرَّمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ وَمَاْوٰىهُ النَّارُ ؕ وَمَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ اَنْصَارٍ ۝

(۷۲) یقین جانو کہ وہ لوگ کافر (حق کے منکر) ہوگئے جنھوں نے یہ کہا کہ مریمؑ کے بیٹے مسیحؑ ہی اللہ ہیں جبکہ مسیحؑ نے تو یہ کہا تھا کہ اے بنی اسرائیل! اللہ کی بندگی کرو جو میرا بھی پالنے والا ہے اور تمہارا بھی پالنے والا ہے۔ بلاشبہ جو بھی اللہ کے ساتھ کسی کو شرک کریگا اللہ نے اُس پر جنّت کو حرام کردیا ہے اُس کا ٹھکانا جہنّم کی آگ ہے۔ اور ظالموں (یعنی حد سے بڑھنے والوں) کا کوئی مددگار بھی نہیں ہوگا۔

اللہ وحدہٗ کے بارے میں عیسائیوں کا عقیدہ

ف بظاہر تو عیسائی لوگ حضرت عیسیٰؑ مسیح کے علاوہ خدا کا انکار تو نہیں کرتے وہ بظاہر حضرت عیسیٰؑ کو خدا کا بیٹا کہتے ہیں۔ پھر کہتے ہیں کہ: "باپ بیٹا اور روح القدس یہ تینوں خدا ہوتے ہوئے ایک ہیں۔" قرآن نے بھی صاف صاف یہ نہیں کہا کہ عیسائی یہ کہتے ہیں کہ عیسیٰؑ ہی بس اللہ ہیں۔ بلکہ قرآن نے یوں کہا کہ: "جنھوں نے یہ کہا (یا)

www.drhasanrizvi.org

" جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ عیسیٰؑ ہی بس اللہ ہیں' وہ کافر ہیں " ۔ اس سے یہ مطلب نکلا کہ عیسائیوں کا کوئی فرقہ ہے جو حضرت عیسیٰ مسیح ہی کو خدا سمجھتا ہے ۔ اور وہ یہ کہتے ہیں کہ خدا حضرت عیسیٰؑ کے ساتھ ذات کے لحاظ سے بھی متحد ہو گیا یعنی دونوں ایک ہو گئے ۔

* ـــــــــــــ (تبیان ۔ مجمع البیان)

لیکن آج بھی جو معقول عیسائی ہیں وہ ایسے احمقانہ عقیدے کو قبول نہیں کرتے ۔ ہبرٹ جرنل (لندن) دُنیائے عیسائیت کا ایک بلند پایہ سہ ماہی رسالہ اکتوبر ۱۹۳۴ء نمبر میں لکھتا ہے ۔ " ٹھیٹھ مسیحی کے عقیدے میں مسیح تمام تر خدا نہیں' جو عقیدہ عقل سے جتنا دور ہوتا ہے اُسی قدر خوش عقیدگی کے قریب ہوتا ہے ۔ "

* ـــــــــــــ (ہبرٹ جرنل لندن شمارہ اکتوبر ۱۹۳۴ء)

مفسّرین نے نتیجہ نکالا کہ " اِس آیت میں صاف ردّ ہے خدا کے حلول کرنے اور خدا سے اتّحاد کرنے کا ۔" یعنی خدا کسی دوسرے کے جسم میں داخل نہیں ہوتا اور نہ کسی سے متحد ہوتا ہے ۔ یہ بعض جاہل غالی صوفیاء کا عقیدہ ہے ۔

* ـــــــــــــ (تھانوی)

موجودہ محرّف مسخ شدہ انجیل بھی ایک خدا کے عقیدے کی تائید کر رہی ہے :

" تو خداوند اپنے خدا کو سجدہ کر ۔ اور صرف اُسی کی عبادت کر ۔" (متی ۴ : ۱۰) (لوقا ۴ : ۸)

" یسوعؑ نے اُس سے کہا تو مجھے نیک کیوں کہتا ہے ؟ کوئی نیک نہیں مگر ایک یعنی خدا ۔"

* ـــــــــــــ (لوقا ۱۸ : ۱۹)

www.drhasanrizvi.org

لَقَدْ كَفَرَ الَّذِينَ قَالُوا إِنَّ اللَّهَ ثَالِثُ ثَلٰثَةٍ ۘ وَمَا مِنْ إِلٰهٍ إِلَّا إِلٰهٌ وَاحِدٌ ۚ وَإِنْ لَمْ يَنْتَهُوا عَمَّا يَقُولُونَ لَيَمَسَّنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ۝ ۷۳

(۷۳) وہ لوگ بھی حق کے منکر ہو گئے کہ جنھوں نے کہا: اللہ تین میں کا ایک ہے۔ حالانکہ کوئی خدا (معبود) ہے ہی نہیں سوائے ایک اکیلے خدا کے۔ اب بھی اگر یہ اُس بات سے کہ جو یہ کہہ رہے ہیں باز نہ آئیں گے، تو پھر اُن میں سے جو بھی اِس کُفر پر قائم رہے گا تو اُس کو بڑی ہی تکلیف دہ سزا دی جائے گی۔

اللہ کی وحدانیت میں عیسائیوں کی تثلیث

یہ عام عیسائیوں کا عقیدہ "تثلیث" ہے۔ یعنی اللہؐ، حضرت عیسیٰؑ اور روح القدسؑ یہ تینوں تین ہوتے ہوئے بھی ایک ہیں۔ یہ عقیدہ صریحی کُفر و شرک ہے۔ انھیں تینوں کو اقانیم ثلاثہ کہتے ہیں ________ (تبیان)

شاہ عبدالقادر صاحب نے لکھا: "نصارٰی میں دو قول ہیں۔ بعض کہتے ہیں کہ اللہ ہی تھا جو صورتِ مسیح میں آیا ہے۔ اور بعض کہتے ہیں (خدا) تین حصے ہوگیا۔ ایک اللہ رہا، ایک روح القدس، اور ایک مسیحؑ۔ یہ دونوں باتیں صریحی کفر ہیں" ________ (موضح القرآن)

(مزید وضاحت اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں)

www.drhasanrizvi.org

غرض اِس سے پہلی آیت پہلی قسم کے عیسائیوں کی ردّ تھی اور یہ آیت دوسری قسم کے عیسائیوں کی ردّ ہے۔

آیت کا مفہوم یہ ہے کہ سرے سے ایسے خدا کا کوئی وجود ہی نہیں جو صفتِ وحدانیت سے متصف نہ ہو۔ جس کا کوئی ثانی نہ ہو۔ ______ (کشاف - بحر)

آیت کے آخری الفاظ بتا رہے ہیں کہ عیسائیوں میں سے بہت سے لوگ اپنے مشرکانہ عقائد سے باز آکر ایک خدا پر ایمان لے آئیں گے۔ وہ اِس سزا سے محفوظ رہیں گے۔ ______ (معالم - بیضاوی - تفسیرِ کبیر)

انتباہ: ملکائیہ فرقہ اگرچہ تین کا قائل نہ تھا بلکہ وہ ذاتِ واحد کے تین اقنوم یعنی مظہرِ صفات مانتے تھے لیکن چونکہ اُن کا عقیدہ تین کے اقرار کو مستلزم ہے۔ اس لئے ان کو قائلِ ثلاثہ کہا گیا۔

★ حضرت علی ابنِ ابی طالب علیہ السلام صفات کو عینِ ذاتِ الٰہی مانتے ہوئے فرماتے ہیں "کمالِ توحید و اخلاص یہ ہے کہ اللہ سے صفتوں کی نفی کی جائے کیونکہ ہر صفت شاہد ہے کہ وہ اپنے موصوف کی غیر ہے اور ہر موصوف شاہد ہے کہ وہ صفت کے علاوہ کوئی اور چیز ہے۔ لہٰذا جس نے ذاتِ الٰہی کے علاوہ صفات مانے اُس نے ذات کا ایک دوسرا ساتھی مان لیا اور جس نے اُس کی ذات کا کوئی اور ساتھی مان لیا، اُس نے دوئی پیدا کی، اور جس نے دوئی پیدا کی، اُس نے اُس کے لیے جُز بنا ڈالا اور جو اُس کے لیے اجزا کا قائل ہوا وہ اُس سے بے خبر رہا، اور جو اُس سے بے خبر رہا، اُس نے اُسے قابلِ اشارہ سمجھ لیا اور جس نے اُسے قابلِ اشارہ سمجھا اُس نے اُس کی حد بندی کر دی، اور جو اُسے محدود سمجھا وہ اُسے دوسری چیزوں ہی کی قطار میں لے آیا ۔۔۔ الخ"

(مزید تفصیل کے لیے نہج البلاغہ خطبہ ۱ صفحہ ۱۷ پر ملاحظہ فرمائیں)

www.drhasanrizvi.org

اَفَلَا یَتُوۡبُوۡنَ اِلَی اللّٰہِ وَ (۷۴) تو یہ لوگ آخر خدا سے توبہ کیوں
یَسۡتَغۡفِرُوۡنَہٗ ؕ وَاللّٰہُ غَفُوۡرٌ نہیں کر لیتے اور اُس سے معافی کیوں
رَّحِیۡمٌ ۝ ۷۴ نہیں مانگ لیتے ؟ کیوں کہ اللہ تو
بڑا ہی بخشنے والا، رحم کرنے والا ہے۔

توبہ کی تعریف بزبانِ وحی ترجمان

حضرت امام جعفر صادق ع سے

روایت ہے کہ جناب رسولِ خدا ص نے فرمایا: "خدا سے استغفار کرنے کے اصل معنی اپنے گناہوں پر شرمندہ ہونا ہے۔" "النَّدَمُ تَوۡبَۃٌ"

امام غزالی نے لکھا ہے کہ گناہوں اور جرائم کا دھبّہ صرف دو ہی چیزوں سے دُھل سکتا ہے (۱) یا جہنّم کی آگ اُس دھبّے کو مٹا سکتی ہے۔ (۲) یا شرمندگی کے آنسو۔ (احیاء العلوم)

موتی سمجھ کے شانِ کریمی نے چُن لیے
قطرے جو تھے مرے عرقِ انفعال کے

کافر یا مشرک کی توبہ کرنے کے معنی کُفر و شرک کے عقیدے کو چھوڑ کر خدا و رسولؐ اور اصولِ دین کو دل سے مان لینا ہے۔ اور ایمان لانے کے بعد اُس کے عملی تقاضوں کو پورا کرنا ہے یعنی فرائضِ الٰہیّہ کو ادا کرنا اور گناہوں سے بچتے رہنا۔ اور استغفار کرنے کے معنی اپنے گناہوں پر حقیقی معنی میں شرمندہ ہو کر خدا سے معافی کی درخواست کرنا ہوتا ہے۔ اِس طرح جو کفر و شرک ظلم و گناہ ماضی میں کیا ہوتا ہے وہ معاف ہو جاتا ہے بشرطیکہ جس کا حق مارا ہو وہ ادا کر دیا جائے۔

www.drhasanrizvi.org

مَا الْمَسِيحُ ابْنُ مَرْيَمَ إِلَّا (۷۵) مسیح ابن مریم اس کے سوا کچھ نہیں
رَسُولٌ ۚ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ کہ وہ خدا کے ایک پیغمبر تھے۔ اُن سے
الرُّسُلُ ۖ وَأُمُّهُ صِدِّيقَةٌ ۖ پہلے اور بھی بہت سے پیغمبر گذر چکے
كَانَا يَأْكُلَانِ الطَّعَامَ ۗ تھے۔ اور اُن کی ماں قول و عمل کی
انْظُرْ كَيْفَ نُبَيِّنُ لَهُمُ بڑی سچی (صدّیقہ) تھیں۔ اور وہ دونوں
الْآيَاتِ ثُمَّ انْظُرْ أَنَّىٰ يُؤْفَكُونَ ۝ ۵۵، تو کھانا بھی کھاتے تھے (یعنی فرشتے
نہ تھے بلکہ انسان تھے) دیکھو تو سہی ہم کس کس طرح اُن کے سامنے حقیقت
کی نشانیاں کھول کھول کر بیان کرتے ہیں۔ پھر یہ بھی دیکھ لو کہ یہ لوگ کس طرف
اُلٹے ہی پھرے جاتے ہیں۔

حضرت عیسیٰ صرف ایک پیغمبر خدا تھے عیسائیوں کیلئے عبرت کا مقام

اِس آیت میں حضرت عیسیٰؑ کا صحیح مقام بتایا جا رہا ہے۔ کہ (۱) وہ خدا کے بیٹے نہیں تھے بلکہ خدا کے سچے رسولؐ تھے۔ (۲) اُن کی ماں (والدہ) حضرت مریمؑ بڑی باکردار پاکیزہ خاتون تھیں۔ اِس طرح عیسائیوں کے اُن عقائد کی رد ہوگئی جو وہ حضرت عیسیٰؑ کے بارے میں غلو کرتے تھے اور یہودیوں کی اُن بیہودہ باتوں کی رد ہوگئی جو وہ حضرت مریمؑ کے بارے میں بکا کرتے تھے۔ (۳) نیز یہ بتایا کہ حضرت عیسیٰؑ کھانا کھایا کرتے تھے۔ مطلب یہ ہے کہ

www.drhasanrizvi.org

وہ خدا نہ تھے، بلکہ حضرت عیسیٰؑ اور حضرت مریمؑ دونوں بشر تھے۔

* ____________ (فصل الخطاب)

ایک طرف اِس میں ردّ آگیا عیسائیوں کا جو حضرت عیسیٰؑ کو خدا، خدا کا بیٹا مظہرِ خدا، یا خدا کا اوتار سمجھتے ہیں، اور دوسری طرف یہودیوں کو بھی ردّ کر دیا جو حضرت عیسیٰؑ کو (معاذ اللہ) ایک چالاک شعبدہ باز جادوگر سمجھتے ہیں۔

* ____________ (ماجدی)

(۴) حضرت عیسیٰؑ کو ابنِ مریمؑ کہہ کر یہ بتا دیا کہ عیسیٰؑ تو ایک فانی عورت کے بطن سے پیدا ہوئے تھے اِس لیے وہ خدا یا خدا کے بیٹے نہیں ہو سکتے۔

* ____________ (ماجدی)

حضرت مریمؑ کو صدیقہ کہنے کا مطلب یہ ہے کہ وہ ہر گناہ سے بہت دور اور خدا کی اطاعت کے کمال (درجے) پر فائز تھیں۔ اِس میں ردّ ہے عیسائیوں کے اُس عقیدے کا، کہ وہ خدا ہیں! اور یہودیوں کا بھی کہ معاذ اللہ وہ بد کردار تھیں۔

* ____________ (تفسیر کبیر)

(۵) جب وہ دونوں کھانا کھاتے تھے تو معلوم ہوا کہ اُن کی زندگی کا دار و مدار کھانے پر تھا، لِس وہ حادث بھی تھے اور محلِّ تغیّر بھی! اِس طرح وہ نفع نقصان بھی پاتے تھے۔ اِس لیے وہ محتاجِ طعام ہوتے ہوئے خدا کے رزق و روزی کے محتاج تھے، پھر وہ کسی کو نفع! نقصان پہنچانے پر قدرت نہ رکھتے تھے بغیر خدا کی اجازت کے۔ کیونکہ قدرتِ مطلقہ صرف خدا کے لیے ہے

www.drhasanrizvi.org

قُلۡ اَتَعۡبُدُوۡنَ مِنۡ دُوۡنِ اللّٰهِ مَا لَا يَمۡلِكُ لَكُمۡ ضَرًّا وَّلَا نَفۡعًا ؕ وَاللّٰهُ هُوَ السَّمِيۡعُ الۡعَلِيۡمُ ۝ (۷٦)

ان سے کہیے کہ کیا تم اللہ کو چھوڑ کر اس چیز کی بندگی یا پرستش کرتے ہو جو نہ تو تمھیں کوئی نقصان ہی پہنچا سکتی ہے اور نہ کسی قسم کا کوئی فائدہ پہنچانے کا اختیار رکھتی ہے؟ اور اللہ تو سب کچھ سننے والا اور خوب جاننے والا ہے

معرفتِ خدا کی بہترین آیت

پہلے ماسوی اللہ کی عاجزی دکھا کر ان کی قدرت کی نفی کی گئی ہے اور پھر ذہن کو اس اللہ کی طرف موڑا ہے جو ہر نقص سے پاک ہے، ہر بات سننے والا ہے اور خوب اچھی طرح سے جاننے والا ہے۔ اگر یہ بات سمجھ میں آجائے تو:

(۱) غیر اللہ کے بارے میں تمام غلط عقائد کی نفی بھی ہوجائے۔

(۲) خدا کی بہترین معرفت بھی حاصل ہوجائے۔

(۳) اور عمل کی اصلاح کا بھی سامان ہوجائے۔ چھوٹی سی آیت ہے مگر معرفت کے باب میں کتنی مکمل اور جامع ہے۔ سبحان اللہ۔

خدا کا آخر میں یہ فرمانا کہ "وہ سب کچھ سننے اور جاننے والا ہے" غلط عقیدوں اور غلط اعمال سے روک دینے کے لیے نسخہ کیمیا ہے۔

www.drhasanrizvi.org

قُلْ يَاۤ اَهْلَ الْكِتٰبِ لَا تَغْلُوْا فِیْ دِیْنِكُمْ غَیْرَ الْحَقِّ وَلَا تَتَّبِعُوْۤا اَهْوَآءَ قَوْمٍ قَدْ ضَلُّوْا مِنْ قَبْلُ وَ اَضَلُّوْا كَثِیْرًا وَّضَلُّوْا عَنْ سَوَآءِ السَّبِیْلِ ۠ (۷۷)

کہو، اے اہلِ کتاب! اپنے دین میں ناحق "غلو" نہ کرو (یعنی حد سے نہ بڑھاؤ[1]) اور اُن لوگوں کے خیالات کی پیروی نہ کرو جو تم سے پہلے خود گمراہ ہو چکے اور اُنھوں نے بہت سوں کو گمراہ کیا[2] اور سیدھے راستے بھٹک گئے۔

"دین میں غلو نہ کرو" کی تشریح

[1] "غلو" کے معنی کسی کو اُس کے اصلی مرتبے سے بڑھا دینا ہے۔

دوسرے معنی یہ بھی ہو سکتے ہیں کہ "دینی معاملات میں حد سے قدم آگے بڑھانا۔"

اِن دونوں معنی میں عیسائی اِس طرح غلو کرتے ہیں کہ وہ حضرت عیسیٰؑ کو خدا یا خدا کا بیٹا کہتے ہیں۔ اور یہودی دینی معاملات میں حد سے اِس طرح قدم آگے بڑھاتے ہیں کہ حضرت عیسیٰؑ، حضرت مریمؑ اور حضرت محمدؐ کی تکذیب اور توہین کرتے ہیں۔

(تبیان)

[2] یہ بھی ظاہر ہے کہ عیسائیوں اور یہودیوں نے کسی ذاتی تحقیق کی بنا پر یہ طریقہ اختیار نہیں کیا بس باپ دادا کو یہی کرتے دیکھا تو اُنھیں کی پیروی کرنے لگے۔

(جلالین ۔ مجمع البیان)

www.drhasanrizvi.org

غرض یہاں وہ عیسائی خاص طور پر مراد ہیں جو رسول اللہؐ کے زمانے میں تھے۔

* ______ (تفسیر صافی ص ۱۴۴)

عیسائیوں کا غلو یہ تھا کہ اُن کی مشہور کتاب "اسرارِ الٰہیات" میں ہے کہ:

"باپ، بیٹا اور روح القدس تین جُدا جُدا اور مستقل اقنوم ہیں۔۔۔ عالمِ لاہوت میں تینوں کی وحدت ایک ہی خدا ہے، تین خدا نہیں۔۔۔۔ بیٹا ازل ہی میں باپ سے پیدا ہوا ہے۔۔۔۔ خدا ہونے میں تینوں اقنوم برابر کے شریک ہیں۔ ایک ایک پورا اور باقی دونوں اپنی اپنی جگہ جزوی حصّے دار ہیں۔۔۔ یہاں ترکیب سے وحدت پیدا ہوتی ہے اور وحدت کا نام ہی ترکیب ہے۔"

* ______ (مسیحیوں کی اسرارِ الٰہیات)

ایک طرف قرآن کا الٰہیات پر صاف سادہ سُتھرا بیان ملاحظہ فرمائیں اور دوسری طرف اِس گورکھ دھندے کو ملاحظہ فرمائیں۔ خوب کہا امام رازی نے کہ:

"عیسائیوں کے ایسے لغو اور مہمل عقیدے کی شاید دُنیا کے پردے پر کوئی مثال نہ ہو۔"

* ______ (تفسیر کبیر)

حضرت امام جعفر صادقؑ نے فرمایا کہ: "اپنے جوانوں کو غالیوں کی صحبت سے بچائے رہو۔ کیونکہ غالی لوگ اللہ کی بدترین مخلوق ہیں اگر یہ پلٹ کر واپس آئیں تو ہم اِن کو قبول نہ کریں گے لیکن کوتاہی کرنے والا اگر ہم تک پہنچ جائے تو ہم اُس کو لے لیں گے۔ حضرت امام رضاؑ سے کسی نے حضرت علیؑ کے بارے میں غلو کرنے والوں کے لیے پوچھا تو آپؑ نے بہت غصّے سے فرمایا: کافروں کی بکواس ہے خدا کی شان اجل ہے پھر فرمایا کہ: "کیا حضرت علی علیہ السلام کھانا نہیں کھاتے تھے، شادیاں نہیں کرتے تھے، نماز عاجزی سے نہیں پڑھتے تھے کہ ان کو خدا کہا گیا

www.drhasanrizvi.org

لُعِنَ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ بَنِي (۷۸) إِسْرَآءِيلَ عَلَىٰ لِسَانِ دَاوُدَ وَعِيسَى ابْنِ مَرْيَمَ ۚ ذَٰلِكَ بِمَا عَصَوا وَّكَانُوا يَعْتَدُونَ ۝

بنی اسرائیل میں سے جن لوگوں نے حق کا انکار کیا اُن پر داؤدؑ اور عیسٰیؑ ابن مریمؑ کی زبان سے لعنت کی گئی۔ کیونکہ وہ سرکش اور نافرمان ہو کر حد سے بڑھ گئے تھے۔

سنت نافرمان خدا اور انبیاء کی لعنت کے مستحق ہوتے ہیں

جناب امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت ہے کہ جناب رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: "حضرت داؤدؑ نے ایلہ کے رہنے والوں پر لعنت کی تھی کیونکہ انھوں نے احکامِ خدا پر عمل نہ کر کے بہت سی زیادتیاں کی تھیں۔ انھوں نے اس طرح لعنت کی کہ: "اے خدا! تو ان کو اپنی لعنت کا لباس اس طرح پہنا دے جیسے کہ چادر کندھوں پر ہوتی ہے، اور پٹکا کمر میں۔"

غرض حضرت داؤدؑ کی دعا قبول ہوئی اور وہ لوگ بندر بنا دیے گئے۔

اور حضرت عیسٰیؑ نے اُن لوگوں پر لعنت کی تھی جن (کی فرمائش) پر پہلے آسمان سے دسترخوان (مائدہ) نازل ہوا تھا مگر بعد میں وہ اُس کے منکر ہو گئے تھے۔ حضرت عیسٰیؑ نے اس طرح (ان کے لیے) بد دعا کی تھی: "اے خدا! جنھوں نے آسمانی خوان سے کھانا کھانے

www.drhasanrizvi.org

کے بعد اُس کا انکار کیا ہے، اُن کو ایسا عذاب دے کہ پھر تُو تمام عالم میں کسی کو ویسا عذاب نہ دے، اور اُن پر ویسی ہی لعنت کر جیسی لعنت تُو نے اصحابِ سَبت پر کی تھی"۔

اس بد دعا کی وجہ سے وہ سب سوّر یعنی خنزیر بنا دیے گئے اور وہ کل پانچ ہزار آدمی تھے۔ ـــــــــ (الجوامع)

محققین نے نتیجہ نکالا کہ "کسی قوم کے اندر چاہے جُرم کچھ لوگ ہی کریں لیکن جب دوسرے لوگ خاموش تماشائی بن جائیں اور باوجود قدرت کے اُن کو نہ روکیں، تو پھر وہ سب کے سب خدا کی لعنت اور عذاب کے مستحق بن جاتے ہیں۔ اسی لیے امام حسین علیہ السّلام کو سلام کرتے ہوئے امام جعفر صادق علیہ السّلام نے بھی دشمنوں پر اِس طرح لعنت کی: "لعنت ہو اُن لوگوں پر اللہ کی، جنھوں نے آپ کو قتل کیا، اور لعنت ہو اللہ کی اُن پر بھی کہ جنھوں نے آپ پر ظلم کیا، اور لعنت ہو اللہ کی اُن پر بھی کہ جنھوں نے آپ کے قتل کے واقعے کو سُنا اور اُس پر راضی ہوئے"۔

★ ـــــــــ (زیارتِ وارِث، مفاتیح الجنان وغیرہ)

• "زبور" میں اِس لعنت کا ذکر اِس طرح آیا ہے کہ: "خداوند نے سُنا اور نہایت غصّہ ہوا۔ اِسی لیے یعقوب میں ایک آگ بھڑکائی گئی اور اسرائیل پر قہر اُٹھا۔ کیونکہ اُنھوں نے خدا پر اعتماد نہ کیا۔ اور اُس کی قیامت پر اعتماد نہ رکھا"۔ (زبور ۷۸: ۲۱-۲۲)

★ یہ سب اِس لیے ہوا کہ بجائے شرمندگی اور استغفار کے اُنھیں اپنے کفر و انکار پر شدید اصرار تھا اور وہ لوگوں کو بُرائی سے نہ روکتے تھے۔ (ابن جریر، روح المعانی، تفسیر کبیر)

www.drhasanrizvi.org

كَانُوا لَا يَتَنَاهَوْنَ عَنْ مُّنكَرٍ فَعَلُوهُ ۚ لَبِئْسَ مَا كَانُوا يَفْعَلُونَ ۝ (۷۹) انھوں نے (ایکدوسرے کو) بُرے کاموں سے روکنا ترک چھوڑ دیا تھا۔ کیا ہی بُرا طرزِ عمل تھا جو وہ اختیار کیے ہوئے تھے ۔

تَرَىٰ كَثِيرًا مِّنْهُمْ يَتَوَلَّوْنَ الَّذِينَ كَفَرُوا ۚ لَبِئْسَ مَا قَدَّمَتْ لَهُمْ أَنفُسُهُمْ أَن سَخِطَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ وَفِي الْعَذَابِ هُمْ خَالِدُونَ ۝ ۸۰ (۸۰) آج تم ان میں سے بہت سے ایسے لوگ دیکھو گے جو منکرینِ حق سے دوستی رکھتے ہیں۔ یقیناً بہت ہی بُرا انجام ہے جس کی تیاری اُن کے نفسوں نے اُن کیلئے کی ہے اللہ اُن پر غضبناک ہو گیا ہے اور وہ ہمیشہ ہمیشہ کی سزائیں رہنے والے ہیں ۔

وَلَوْ كَانُوا يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالنَّبِيِّ وَمَا أُنزِلَ إِلَيْهِ مَا اتَّخَذُوهُمْ أَوْلِيَاءَ وَلَٰكِنَّ كَثِيرًا مِّنْهُمْ فَاسِقُونَ ۝ ۸۱ (۸۱) اگر واقعاً یہ لوگ خدا اور اُس کے پیغمبرؐ اور اُس چیز کو مانتے جو پیغمبرؐ پر اُتری تھی تو وہ کبھی ہرگز کافروں کو اپنا دوست نہ بناتے مگر (درحقیقت) اُن کے اکثر لوگ فاسق ہیں، یعنی (خدا کی اطاعت کے دائرے سے باہر نکل چکے ہیں)

(آیت ۸۰ لے) یاد رہے کہ اہلِ کتاب کے مقابلے پر جب کافروں کا لفظ آتا ہے تو اس سے مراد مشرکین ہوتے ہیں۔ (مجمع البیان) ۔ عجیب بات تھی کہ اہلِ کتاب آسمانی کتابوں اور رسولوں کو مانتے تھے جبکہ مشرک کسی نبی یا آسمانی کتاب کو نہیں مانتے تھے۔ اس کے باوجود عیسائی اور یہودی مسلمانوں کے مقابلے میں مشرکوں کا ساتھ دیتے تھے۔ اُن کے کردار کے اسی تاریک پہلو کو یہاں بتایا جا رہا ہے۔ (فصل الخطاب)

www.drhasanrizvi.org

لَتَجِدَنَّ اَشَدَّ النَّاسِ عَدَاوَةً (۸۲)
لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوا الْيَهُوْدَ وَالَّذِيْنَ
اَشْرَكُوْا ۚ وَلَتَجِدَنَّ اَقْرَبَهُمْ
مَّوَدَّةً لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوا الَّذِيْنَ
قَالُوْٓا اِنَّا نَصٰرٰى ۭ ذٰلِكَ بِاَنَّ
مِنْهُمْ قِسِّيْسِيْنَ وَرُهْبَانًا
وَّاَنَّهُمْ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ ○ ۸۲

یقیناً تم یہودیوں اور مشرکوں کو مسلمانوں کا سخت ترین دشمن پاؤ گے اور مسلمانوں سے محبت کرنے میں سب سے زیادہ قریب اُن کو پاؤ گے جو یہ کہتے ہیں کہ "ہم نصرانی (عیسائی) ہیں"۔ یہ اس وجہ سے ہے کہ اُن میں عبادت گذار عالم اور راہب (تارک الدنیا) ہیں اور بلاشبہ اُن میں تکبر نہیں ہوتا۔

نجاشی، بادشاہِ حبش کی تعریف

یہ آیت اُس وقت اُتری جب بہت سے مسلمان مکہ کے مشرکوں کے ظلم و ستم سے تنگ آکر حبش چلے گئے۔ جسے ہجرتِ اُولیٰ کہتے ہیں۔ حبش کے عیسائی بادشاہ نجاشی نے اُنھیں اپنے ملک میں پناہ دی اور اُن کے ساتھ اچھا سلوک کیا۔ اس لیے خدا نے مشرکوں کے مقابلے پر سچے حق پرست عیسائیوں کی تعریف کی ہے۔ (تفسیر علی ابن ابراہیم)

وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ وَمَا تَوْفِيْقِيْٓ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ وَهُوَ حَسْبِيْ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّاٰلِ مُحَمَّدٍ

بتاریخ ۹ ربیع الثانی ۱۴۱۵ھ مطابق ۱۶ ستمبر ۱۹۹۴ء بروز جمعۃ المبارک ۱۱ بجے شب کتابت مکمل ہوئی۔

کاتبِ قرآن ———— سید محمد جعفر ۳۶ بی لانڈھی / فون ۵۰۴۰۸۶۹